الٰہی غنچۂ امید بکشائے ✻ گلِ از روضۂ جاوید بنمائے

قصہ

گُل و صنوبر

بالتصویر جبکو

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب

بازار کشمیری لاہور نے

باہتمام ملک محمد عارف پرنٹر دین محمدی پریس لاہور نے اپنے مطبع
سے چھاپ کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کیا

Please Come to Your Own Shop for all sort of books through book
Cell: 0321-8803960

(قیمت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد اُس صانع کو سزاوار ہے کہ جس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام عالم کو خلعت ہستی پہنایا اسکے ابر احسان سے کیاریاں عشق و محبت کی سیراب ہیں اور اُسکے باران محبت سے کھیتیاں حسن و جمال کی شادات فلک سے جلوۂ خورشید اسکی قدرت کاملہ کا ایک ذرہ ہے اور سفیدۂ صبح اُسکے دریائے رحمت سے ایک قطرہ ہے قلم میں طاقت کہاں ہے کہ وصف اُسکی قدرت کا لکھے اور کاغذ میں وسعت کہاں کہ مدح اسکی اسمیں گنجایش کرے پشت فلک اس کے بار احسان سے خم ہے اور مرغ زریں خورشید ہر سحر اُسکے خرمن مرحمت سے دانہ کو اکب چگ کر پُر شکم ہے زمین سے آسمان تک اجناد ارضی و اجرام سماوی نے اسکی درگاہ کبریا میں پیشانی سجود جھکائی ہے اور ماہ سے ماہی تک چھوٹے بڑے نے اپنی مراد پائی ہے جب اسکا تا خدائی کرم باد بان لطف اٹھاتا ہے کشتی امید جہاں کو ساحل مراد پر پہنچاتا ہے اور دریائے عنایت اسکا جب جوش پر آتا ہے گناہ کے جہاز وں کو ایک پل میں ڈبا جاتا ہے جو اسکے دھیان میں ہونی لگائے بیٹھے ہیں سلطنت بے زوال انکو نصیب ہے اور جو اسکے خیال میں آنکھ بند کیے بیٹھے ہیں وہ آئینہ دلیں ساری کیفیت دیکھتے ہیں ایسا بادشاہ کہ فرشتے اُسکی ڈیوڑھی کے دربان ہیں اور مہر و ماہ اُسکی درگاہ جلال کے پاسبان انسان خاکی نہاد کو نور فراست اسی نے بخشا اور دانش نے اسکی وادری پر طور شہادت کھولا رونق چار بازار عناصر اُسکے لطف کی باغبانی سے ہے اور انتظام کشور ہستی اسکے بخشندہ حکمت کی پاسبانی سے خاک سے ایسے پاک صورتیں بنائیں کہ فرشتوں کی دلونکو بھائیں اسکے میر سامان عنایت نے ہر ایک کو لباس انواع بخشا آفتاب کو نور ماہ ظہور اختروں کو چمک جگنو کو دمک درختوں کو سبز پوشاک مستوں کو سایۂ تاک آسمان کو اطلس آبی کی عبا زمین کو سبزۂ نوخیز کی قبا اور اسکے منتظم مرحمت نے سبکو انعام بے پایان دیا گل کو چمن روح کو تن کان کو جوہر صدف کو گوہر لعل کو تاب الماس کو آب مرد

اسکے فیضان سے سبز پوش ہے اور نیلم اُسکے احسان خانہ سے ادی نیلی بردوش گل اسکا نغمہ توحید سُننے کیلئے گوش آرزو کھولے ہے اور بلبل اُسکی یاد میں طرح طرح کی بولیاں بولے ہے نظم کہاں مجھ میں طاقت ہے الٰہی کہ مدح تیری لکھوں میں کمائی تیرا ہے نور ہر ذرہ میں پیدا ؛ تیری ہی شان ہے سب میں ہویدا ؛ جمال گلرخان جلوہ نما ہے ؛ کوئی کیا جانے تو کس میں ہے کیا ہے ؛ گلستان میں اگر گل خندہ زن ہے ؛ تو بلبل نالہ کش طرف چمن ہے ؛ کسی جا عشق سے آتش لگائی ؛ کہیں دی حسن کو جلوہ نمائی ؛ کہیں لیلےٰ و مجنون کو بھایا ؛ کہیں شیریں ہے فرہاد شیدا ؛ کوئی کشتہ کہیں تلوار کا ہے ۔ کوئی بسمل نگاہ یار کا ہے ؛ کہیں گل کی ہے رنگت جھمکاتی ؛ عنادل کو ادا جسکی ہے بھاتی ؛ دکھڑا ہے یاد میں اسکی صنوبر ؛ کرے ہے وصف جسکا قمری اکثر ؛ صدف کے دل میں گوہر تو نے بخشا ؛ کہیں پتھر میں جوہر تو نے بخشا ؛ زمین و آسمان تو نے بنایا کہیں آتش سے اک جلوہ دکھایا لب عیسےٰ میں جان بخشی ہے جسنے ؛ ادا اوصاف تیرے کب ہوں مجھ سے ؛ قلم اب نعت احمدؐ کچھ رقم کر ؛ پئے تعظیم احمدؐ پشت خم کر ؛ نہ جسکے مرتبہ کو پہونچیں افلاک ؛ اسی کی شان میں آیا ہے لولاک ؛ وہ ہے ختم بیان ہر نبوت ؛ ہوئی ختم اس پہ عالم میں خلافت ؛ نہیں اُسکی عنایت سے یہ کچھ دور ؛ کہ میری عاجزی ہو جائے منظور ؛ سلام اُسپر اور اُسکی آل پر ہے ؛ پھر اوسانکی ہی افضال پر ہے ؛ بعد ازاں فقیر حقیر رضائی اُلٰہی پر خرسند ؛ یہ چند لوں لکھتا ہے کہ اس عالم ناپائیدار میں کسی چیز کو قرار نہیں اور نیستی پر سب کا مداری اُسکی ذات لازوال کیواسطے بقا اور باقی سب کو فنا ہے مگر ایک گلستان سخن کہ خزان جہاں اُسکے گلو پر نہیں آئی چور وں کی چوری اور رہزنوں کی سرزوری سے یہ دولت کہیں نہیں جاتی ہے چمن اسکا ہمیشہ تازہ و خرم رہتا ہے اور اسکی نہر و نسے زلال در گانی بہتا ہے اُسکے مکان کی بنا کو زلزلہ کا کچھ خطر نہیں اور ایوان کے قندیل کو صرصر فنا سے مطلق ضرر نہیں یہ دولت خرچ کرنیسے دن دونی رات چوگنی ہوتی ہے اور طبع کی روانی کدورت خاطر دم میں کھوتی ہے وہ دریائے روان ہے کہ کبھی نہیں سوکھتا اور وہ چشمۂ فیض ہے کہ بند نہیں ہوتا سخن اگر نہوتا تو عالم کا انتظام نہ ہوتا بلکہ کسی کا کچھ کام نہ ہوتا ؛ ازل سے ابد تک سخن کا ہے چرچا جدھر ہم نے دیکھا یہی گل کھلا تھا ؛ کشایش نہود لکو کچھ بوستان سے ؛ سرو کار اسکو ہے باد خزاں سے ؛ عبث ہے غرض دل لگا کسی سے ؛ بہت خوب ہے شغل ہر دم اسی سے ؛ اس باعث سے نئے نئے خیال دل پر گذرتے تھے اور طرح طرح کے اندیشے خاطر میں آتے تھے کہ اس عالم نقش پر آب میں کوئی ایسا نقشہ جمایئے کہ گردوستوں اور آشناؤں میں یادگار رہ جاوے ۔ اور ایک باغیچہ ایسا لگایئے کہ جسکے پھولوں کی خوشبو اہل معنی کے مشام جان میں آگین اسکی حلاوت سے کام رباب سخن شیرین ہو جائے لیکن مدت سے یہ ارادہ دل کا دل ہی میں تھا اور محبوب اس مقصد کا بے لباسی سے نہایت مضمحل ناگاہ ان روزوں میں کہ فلک لگام اور وحشی مطلوب رام تھا گل صنوبر کے قصے کو زبان فارسی میں کسی

شخص نے لکھا تھا قدر شناس سخن دانائے علم فن دولت و اقبال کا نور العین بابو گردھاری لال سین کی فرمائش سے اردو کے روزمرہ میں نے ترجمہ کرکے عزیزونکی انجمن کا تحفہ اور سخن سخنون کی مجلس کا ہدیہ بنایا اور کئی اشعار آبدار کہ اسکی بساط میں تھے اس جوہر شناس کی نظر دقیقہ سنج پر نثار کئے نظم جسکا آوازہ ہے پہنچا روم و شام × چاند کی مانند نور افشاں ہے وہ × ہے وہ کیوان کیطرح عالی مقام × رہ روان منزل مقصود کو × اس کی ہے دولت سرائے بیت الحرام × نونہال باغ دولت ہے وہ آپ ذات سے جسکی ہے سب کی انتظام × سرفرازوں میں رہے وہ سرفراز یہ دعا کرتا ہوں میں اسکو مدام × یادگار اس کیلئے ہے یہ کتاب × تا کرے وہ سیر اسکی صبح و شام × نام جسکا لکھا توضیح میں × کر چلا آخر میں سبکو رام رام × ہر چند جوہر شناسونکی نگاہ میں کم قدر پوت کی کیا حقیقت ہے اور گوہر آبدار کے آگے سیپ کی کیا منزلت لیکن بوستان انصاف کے باغبان خوب جانتے ہیں کہ گل کیساتھ کانٹے کا ہونا اور سورج کے مقابل کالی گھٹا کا آنا کچھ عیب نہیں اسلئے اصحاب دانش سے یہ امید رکھتا ہوں۔ کہ میری یاداسرائی پر تنکھی نظر دوسے نہ دیکھیں بلکہ اگر کہیں التزام کلام میں سہو و خطا نظر آوے تو اسی وقت لطف فرما کے اصلاح دیں کہ بے عیب سوائے ذات واحد یکتا کے دوسرا نہیں اشعار الٰہی میں بندہ گنہگار ہوں۔ گناہوں سے اپنے گرانبار ہوں × تجھے فضل کرتے نہیں لگتی ہار × نہو تجھ سے مایوس امیدوار × اور عذت غالی یہ ہے کہ اس قصے کے پڑھنے سے خاص و عام کا جی خوش ہوا اور یہ فقیر بدعائے خیر یاد کیا جاوے ؛

آغاز داستان پہلی

شمشاد لال پوش کے بیٹے کا شکار کو جانا اور زبانی بادشاہ جہانگیر کی تعریف مہرانگیز اور اس کا سوال سنکر عاشق ہونا

دانایان ہنر پرور و خردمند دل کھولکر اور کاملان سخن پرور ترازوے میزان بیان میں تول کر اس قصہ کو گوہر آب دار

اور جوہر تابدار کی روشنی بخش دیدۂ انصاف سے فصاحت و بلاغت کی کشتی میں رکھکر یوں رشتہ تقریر میں منسلک کیا ہے کہ مشرق کے ملکوں میں ایک بادشاہ شمشاد لال پوش نام دولت اُسکی لونڈی اور اقبال غلام عقل و علم میں افلاطون زمان اور عدل و انصاف میں نوشیروان دوران ہمت میں حاتم طے سخاوت میں فرخندہ پے ۔ نظم شہنشاہ ایسا وہ فرخندہ بخت ٭ کہ زیبا تھا جس کو سلیمان کا تخت ٭ کروں اُسکے اوصاف کا کیا بیان ٭ غلام اُسکے گھر کا تھا نوشیروان ٭ وہ الحق کہ ایسا ہی تھا نامور ٭ کہ دارا سے دربان تھے اس کے گھر ٭ شجاعت سے یوں اسکا دل تھا دلیر ٭ کہ ہیبت سے اُسکے گریزاں تھے شیر ٭ سخاوت سے روشن تھا اسکا چراغ ٭ دل دوستاں اس سے تھا باغ باغ ٭ وہ روشن جبین اُسکی جب دیکھئے ٭ تو ماہ درخشان کو کب دیکھے ٭ وہ اقبال و دولت سے تھا بہرہ ور ٭ فقیروں کو دیتا تھا پیس وزر ٭ غرض دولت بے شمار اور لشکر جرار اور سات بیٹے لشکر شکن رکھتا تھا ہر ایک علم و عمل اور ہنرمندی اور آداب بادشاہی میں طاق اور فنون سپاہ گری اور سلطنت و سیاست میں شہرۂ آفاق ایک روز بڑا بیٹا باپ کے حضور میں آیا اور آداب بجالا کر عرض کرنے لگا کہ فدوی کی طبیعت شہر میں بہت اوداس رہتی ہے ۔ اگر اجازت عالی پاؤں تو چند روز واسطے سیر و شکار کے جاؤں اور دل اس شغل میں بہلاؤں شاید کہ کھٹکا مالت کا دل سے نکل جائے اور دلکی پریشانی دور ہو جائے مگر دل نہیں لگتا کہیں سیر بیابان کیجئے ٭ چاک پیراہن کو تا بداماں کیجئے ٭ بادشاہ نے عرض شہزادہ کی قبول کی اور حکم شکار کا دیا ۔ تب شہزادہ نے اسی دم میر شکاروں اور حیلوں کو فرمایا کہ باز اور شاہین شکرا اور بہری اور سیاہ گوش اور چیتے اور تازی اور پاہڑے اور صید افگن جلیے جانور شکاری میں سب کے سب تیار کئے جائیں بعد ازاں بہت سے جوان شکار دوست تیر انداز کو ہمراہ لیکر متوجہ شکارگاہ کا ہوا غرض کے رفتہ رفتہ ایک کوہ کے دامن تک کہ بلندی میں فلک کا ہمسر تھا جا پہنچا ۔ اتفاقاً وہاں ایک ہرن بہت خوبصورت نظر آیا شاہزادہ اُسکے دیکھتے ہی ایسا فریفتہ و شیفتہ ہوا گویا کہ آپ ہی اُسکا شکار ہو گیا تب اسکو فرمایا کہ خبردار اور ہوشیار کوئی اُسپر حربہ نکرے بلکہ جیتا اُسکو دام میں لاؤں یا کمند سے گرفتار کرکے حضور میں صحیح و سالم حاضر کریں کہ بہت سا انعام ملیگا اور خود بھی اُسکی گرفتاری کی تدبیر میں تھا جب ہرن نے دیکھا کہ راہ بھاگنے کی بند ہوتی ہے ۔ اور کاہلی خواہ نخواہ جان کھوتی ہے ۔ تب فوراً ایسی چوکڑی بھری کہ الگ پار ہو گیا اور اچھلتا کودتا میدان کی طرف چلا ۔ شاہزادہ نے بھی گھوڑا اُسکے پیچھے ڈالا اور بیابان کا رستہ پکڑا یہانتک کہ لشکر سے جدا ہو گیا ۔ پر ہرن پر نظر لگائے جاتا تھا ۔ الغرض دوپہر کے وقت شہزادہ کا بدن پسینہ پسینہ ہو گیا اور مارے گرمی کے دم گھٹنے لگا

ناگاہ ایک بالو کا ٹیلا عظیم الشان نظر آیا ہرن اس ٹیلہ پر چڑھ گیا ہر چند شاہزادہ نے بھی گھوڑا اوپر ڈپٹایا پر ہرن نظر نہ آیا معلوم نہ ہوا کہ کدھر غائب ہو گیا یہ حیران رہگیا اور گھوڑے نے مارے پیاس کے زبان نکال دی اور خشکی کے سبب سے ہانپنے لگا شاہزادہ ناچار ہو کر اسکی باگ ڈور تھامے ہوئے خود پیادہ پا چلنے لگا خدا کو یاد کرتا چلا جاتا تھا قضا کار گھوڑا گرمی کی شدت سے اور مارے بھوک پیاس کے زمین پر گر پڑا اور بیچارہ نے نقد جان کو ملک الموت کے حوالہ کیا تب شاہزادہ روتا ہوا بیابان میں کہ جہاں آدم زاد کا نام ونشان بھی نہ تھا قدم اٹھائے جاتا تھا۔ تھوڑی دور گیا ہوگا کہ پھر ایک بلندی نظر آئی شاہزادہ نے اسپر چڑھکر ایک بڑا درخت دیکھا کہ جڑھ جسکی تحت الثرے کو پہنچی ہے اور ڈالیاں اسکی آسمان سے لگی ہیں اور اس کے نیچے ایک چشمہ پانی کا کہ صفائی میں آب حیات سے بہتر اور شیرینی میں نبات کے شربت سے خوشتر ہر طرف اس کے سبزہ زار اور ہر سمت نئے پھولوں کی بہار لالہ کے گرد سوسن کی ٹٹی اور شمشاد کا نمونہ فزائے جانفزا اور گلشن دلکشا وہاں کا باغ ضوان سے حسن وخوبی میں دگنا شاہزادہ اس مقام کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور صنعت کامل پر صانع کی نگاہ کرنے لگا آخر شش گرتے پڑتے اس چشمہ تک جا پہونچا دم لیا اور چلو سے پانی پیا شکر پروردگار کا بجالایا پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا یک بیک کیا دیکھتا ہے کہ ایک تخت قابل بادشاہوں کے نشست کے دھرا ہے اسی سوچ میں تھا کہ ناگاہ ایک دیوانہ سروپا برہنہ شور وغل مچاتا ہوا جنگل سے نکلا اور اس درخت کی طرف چلا جب نزدیک پہنچا شاہزادہ دیوانہ کی طرف دیکھا قیافہ سے معلوم ہوا کہ کوئی بزرگوار ہے آثار بزرگی کے پیشانی پر مثل خورشید کی مانند نمودار چہرے سے اسکے ماہتاب کی طرح روشنی کا جلوہ آشکار دیوانہ نے بھی شاہزادہ کو دیکھا پاس آکر پوچھا تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اس بیابان خونخوار میں کہ جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا اور درندہ کا پتہ خوف سے پانی ہوا جاتا ہے کیوں آیا ہے کیا تجھکو اپنی جان کا خوف نہیں ہے تب شاہزادہ نے اپنی حالت اس دیوانہ سے سربسر کہی اور پوچھا کہ آپ کون ہیں اور تمہاری حقیقت مجھ کو کچھ معلوم نہیں۔ کہ کیوں ایسے بیابان بے سامان میں وطن اپنا مقرر کیا ہے دیوانہ نے کہا کہ اے جوان بہتر ہے کہ تو اس ماجرے کے سننے سے باز رہے کہ حقیقت اپنی قابل کہنے کی تو کہا بلکہ لائق سننے کے بھی نہیں ہے۔ کس واسطے کہ اگر عرض داستان غم کو تحت زبان پر جلوہ گر کروں تو یقین ہے کہ دل کی صدف اپنے سینے کو چاک کر گوہر غلطان اشک بے شمار اسپر نثار کرے لہٰذا

گرا اُٹھے آہ جگر سے تو شرر پیدا ہو۔ نالہ دل سے سخت ضرر پیدا ہو۔ لیکن شاہزادہ نے اس کی واردات سننے کیلئے بہت سی ہٹ کی جیسے کوئی کسی کے پنڈ پڑ جاتا ہے اس وقت دیوانہ نے سوائے راست گوئی کے اپنا چھٹکارا نہ دیکھا اور کہا اے جوان ایک ساعت میرے پاس بیٹھ اور کان لگا کر سُن میرے صدف دل سے یہ باتیں کہ مانند دُر ناسفتہ کی ہیں۔ چُنکر اپنے دامن ہوش میں بھر اے مسافر میں بادشاہ ولایت بابل کا تھا جہانگیر شاہ میرا نام۔ ہے لشکر اور گنج مال و منال بہت رکھتا تھا اور حق تعالےٰ نے مجھ کو سات بیٹے دیئے تھے۔ ہر ایک صاحب حشمت و ہمت بادشاہی کرتا تھا ایکدن بڑے بیٹے نے کسی مسافر کی زبانی سُنا کہ ترکستان کی ولایت اور چین کی زمین میں قیموس شاہ بن تیموس شاہ ایک بادشاہ ہے اسکی لڑکی کا نام مہر انگیز ہے کہ روئے زمین پر اسکی مانند دوسری نہیں ہے جس کے جمال باکمال کے رشک سے ماہ تمام بھی داغ حسرت کا دلپر کھاتا ہے اور آفتاب عالمتاب شرمندگی کے باعث شب و روز سرگردان فلک پر چکراتا ہے اس کے حسن کے آگے دم لطافت کا بھرے۔ غنچہ کا کیا منہ کہ اُسکے روئے زیبا کے سامنے منہ دکھائے اور لالہ اس کے عذار آتشناک کو دیکھکر داغ حسرت دل پر کھائے **ملفوظ** عجب طرح کا حسن ہے دلربا۔ کہ روشن ہے عالم میں ماہتاب سا۔ وہ زلف سیاہ سنبل باغ حسن۔ وہ چہرہ کہ ہے نو گل باغ حسن۔ شگفتہ وہ رخسار مانند گل۔ جسے دیکھکر محو عالم ہے کل۔ وہ مستی سے دانتوں کا عالم عجب۔ پھر اُسپر ہنسی ہے قیامت غضب۔ لب لعل گلبرگ یاقند ہے۔ زبان جس کے اوصاف میں بند ہے۔ غرض سوائے اس لڑکی کے اور فرزند نہیں رکھتا تھا جبکہ وہ نونہال گلشن خوبی جوانی کی بہار پر آیا اور اس کی کنول سی گات پر بھونروں نے گھر بنایا۔ تب پیوند اُسکا موافق دستور قدیم واجب ہوا یعنی اس سے شادی کرنے کے لئے ہر ایک اطراف اور بلاد کے شہزادے آتے ہیں اور اور اس کے وصال کی خواہش رکھتے ہیں۔ لیکن اس نے ایک شرط کی ہے۔ کہ گل با صنوبر چہ کرد۔ یعنے گل نے صنوبر سے کیا کیا جو کوئی اس سوال کا جواب بجائے مہر ادا کر سکے اس کو شوہری میں قبول کرکے بہت سا مال اور گنج دے گی اور جو کوئی سوال کا جواب نہ دے سکے گا اس کا سر کشور وجود سے جدا کر کے قلعہ کے کنگرے پر لٹکا دیگی۔ اے جوان جب مسافر کی زبانی اس لڑکے نے یہ احوال سُنا اُسی

وقت سے عاشق ہوگیا اپنے جگر کو کباب کی مانند بریان کیا اور آنکھیں ابر کی مانند گریاں
بلیت دل تو نالان دیدہ گریاں دیکھ لو۔ دیکھ لو عاشق کا سامان دیکھ لو اور میرے پاس آکر
گریۂ وزاری بیشمار واسطے رخصت ہونے اور حاصل کرنے دختر شاہ قیموس کے کرنے لگا ہر چند
میں بہت نصیحت کی اور سمجھایا لیکن اُس نے کچھ نہ مانا یعنی دوائی سود مند نہ آئی اور
عشق نے اپنی طاقت دکھائی تب میں نے کہا اے نور بصر اگر تمکو اس کا وصال منظور
ہے تو میں اپنا تمام لشکر لیکر شاہ قیموس کے پاس جاتا ہوں وہ اگر اپنی لڑکی خوشی سے
میرے ہمراہ کردے تو بہتر نہیں تو اس کے ملک کو برباد کرکے اس لڑکی کو لے آتا ہوں
شہزادے نے یہ قبول نہ کیا اور کہا اپنے مطلب کے لئے ایک شخص کا ملک و مال
وخانماں برباد کرنا کیا مناسب ہے میں خود وہاں جاکر اس کے سوال کا جواب
دیکر اس کو لے آؤنگا اے جوان مثل مشہور ہے ع
تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں دھونا ٭ اور دفتر تقدیر میں منشیٔ قضا نے جو کہ قلمبند کیا
ہے کس کی مجال ہے کہ سرمو ان حرفوں سے انحراف کرے اُسکی تقدیر میں تو ایسا ہی لکھا تھا۔
کیونکر مٹتا آخر میں نے اسکو حکم جانے کا دیا شاہزادہ مجھ سے رخصت ہوکر اس کے ملک میں
جا پہنچا اور سوال کا جواب نہ دے سکا تب مہر انگیز نے اسکا سر کٹوا کر اپنے عہد و پیمان کے
بموجب قلعہ کے کنگرے پر لٹکوا دیا یہ خبر وحشت اثر جب مجھ کو پہنچی سیاہ پوس ہوکر ایک
چلہ ماتم خانہ میں بیٹھا مارے غم کے روتا رہا محلات میں ماتم داری سے شور محشر برپا
ہوا دوستوں نے اس کی جدائی میں پیراہن صبر کو چاک کیا اور عزیزوں بھائیوں نے
سر کو آلودہ خاک کیا پر میرے دوسرے لڑکے نے اپنے بھائی کے غم و درد سے تنگ
آکر مہر انگیز سے ملنے کا ارادہ کیا وہ بھی اپنے بڑے بھائی کیطرح پیالہ زندگانی میں شربت
مرگ نوش کر جان بحق تسلیم ہوا اور داغ اندوہ میرے دل پر دے گیا القصہ ہر ایک لڑکا
میرا اسی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ملک عدم کو راہی ہوا اور کسی سے اسکا سوال پورا نہ ہوا
گوشہ نشینی اختیار کرکے آتش غم سے جلتا ہوں اور دن رات جگر پر سوز سے آہ شعلہ بار کھینچتا
ہوں ابیات کیا کہوں اے دوست مہر مادری مشہور ہے ٭ زخم سے بیٹے کے ہر ماں کا کلیجہ چور ہے
یہ میرا احوال ہے اور زندگانی سے وبال ٭ کیا کہوں جو کچھ گذرتا ہے مرے جی پر ملال شاہزادہ
نے یہ ماجرا جب دیوانہ سے سنا۔ اسی وقت تیر عشق مہر انگیز سے گھائل ہوا اور غلبۂ

شوق دیدار سے بسمل بیت عشق بن دیکھے یہ سننے سے مجھے پیدا ہوا کچھ نہیں معلوم یار و دل کو میرے کیا ہوا ہ

دوسری داستان مراجعت میں شاہزادہ کی رسکاسی اور مطلع ہونا بادشاہ کا شاہزادہ کے عاشق ہونیپر اور جانا شہزادہ کا مہرانگیز کی پاس اور اسکے سوال کے جواب دینیکا اور مارا جانا شاہزادہ کا

غرض اتنے عرصے میں ہمراہ کے سپاہی جو وقت سکار کے جدا ہوئے تھے ہر ایک طرف سے آکر جمع ہوئے۔

اور اس شمع رو پر پروانہ کی مانند تصدق ہونے لگی اور اسی وقت ایک سمند تیز رو صبا رفتار کہ دم بھی آگے قدم مارے بازین زرین و لگام جواہر نگار لا حاضر کیا شاہزادہ اُسپر سوار ہو کر دولت سرا میں آیا مگر عشق مہرانگیز کی گرمی سے کہ شاہزادے کے مغز استخوان تک پہنچی تھی روز بروز ضعیف و ناتوان ہوا جاتا تھا مؤلفہ عشق کی تپ نے کیا ہے دل میں گھر جس سے پھکتے ہیں پڑے قلب و جگر۔ اس راز نہاں سے آخر پردہ اٹھگیا اور یہ بات ہر ایک پر کھل گئی سو یہ عشق کہو کہاں نہیں ہے خالی ہے وہ گھر جہاں نہیں ہے۔ اس سبب سے وہ لوگ جو اسکی خدمت میں سرفراز تھے۔ اور ہر ساعت خدمتگذاری میں سب سے ممتاز تھے متفحص احوال ہوئے اور شاہزادہ کی حقیقت کو بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنے کے سوا چارہ نہ دیکھکر تمام ماجرا عتبار کیا کہ جہاں پناہ مہرانگیز کہ دختر شاہ قیموس کی ہے شہزادہ اس دریائے عشق میں غوطہ کھا کر اس بے

اور پردہ شرم کا اسکی آنکھوں سے اٹھ گیا ہے شہزادہ کی یہ حالت سنکر بادشاہ نے فرمایا کہ بموجب حکم تحایف و تحادو کے مناسب ہے کہ پہلے ایک نامہ ایلچی کے ہاتھ مہر انگیز کی طلب کیلئے روانہ کیا جائے اور ساتھ اُسکے اونٹوں کے اوپر لعل گراں بہا اور جواہر بیش قیمت اور انواع اقسام کے تحفے اور چیزیں نفیس کہ بادشاہ سے کے لایق ہوں بھیجی جاویں اور اگر اسپر بھی راضی نہ ہو تب لشکر قہار خونخوار اور فوج بیشمار اُسکے اوپر مسلط ہو کر اسکا تخت اور تاج تاراج کر کے بعزت تمام اس رعنا شمائل کو حاضر کریں جب یہ مصلحت شاہزادہ نے سُنی تب حضور میں بادشاہ کے عرض کی کہ یہ بات بالکل نامناسب ہے بلکہ لازم ہے کہ میں خود وہاں جاکر سوال کا جواب دیکر اسکو لے آتا ہوں القصہ سب علما فضلا نے بادشاہ کو مصلحت دی کہ ایسے مشکل کام میں شہزادہ کو تنہا رخصت فرمانا مناسب اور صلاح دولت نہیں بلکہ ہمراہ اس کے فوج کا جانا واجب ہے مبادا کہ مغلوب ہو کر پریشانی اور حیرانی اٹھاوے اس قصے کے راوی نے یوں بیان کیا ہے۔ کہ شہزادہ طیماس جو بادشاہ کا بڑا بیٹا تھا تہیہ سفر کا کر کے اسطرف کو روانہ ہوا خود ایک پری پیکر اچھے گھوڑے پر سوار ہو شتر کی قطار پر لعل و جواہر بیش قیمت بار کر کے منزل بمنزل راہ طے کرتا ہوا شہر میں قیموس کے جا پہونچا دیکھا کہ ایک قطعہ بڑا عظیم الشان ہے کہ کوروکو اسکی ہمسری سے کیا نسبت ہے اور اس کے کنگروں پر ہزاروں سر بادشاہوں اور شہزادوں کے لٹکتے ہیں ہر چند کہ شاہزادہ کے ساتھی یہ حالت دیکھکر گھبرائے اور ہر طرح سے مانع ہوئے کہ اے شاہزادے اب بھی اس خیال خام سے باز آ اور سر اپنا اس سودے میں مت گنوا مگر شاہزادے نے یہ بات کسی کی کچھ نہ سُنی ناچار سب دست حسرت ملتے رہگئے آخر شاہزادے شہر کے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ سارا شہر خوب آراستہ و پیراستہ ہے کوچے اُسکے باغ ارم کیطرح دلکشا نہریں اسکی اطراف میں جا بجا جدھر دیکھو ادھر سب گلزار سر بسر پھولونکی بہار دوکانیں اُسکی عاشق و معشوق کیطرح دوش بدوش لوگ وہاں کے پر سلیقہ صاحب ہوش میدان میں خیمہ اطلس ختائی کھنچے ہوئے زری بادلے کے پردوں پر پڑے ہوئے مرصع جوبوں کے شامیانے زربفتی تنے ہوئے الغرض شاہزادہ سیر کرتا ہوا دروازے پر شاہ قیموس کے جا پہنچا دیکھا تو ایک نقارہ مرصع اور دو جڑاؤ چوبیں بھی ہیں اور اس نقارہ پر آب زر سے یہ لکھا ہے کہ جو کوئی اس شہر میں آوے اور مہر انگیز کی ملاقات کا ارادہ کرے اس چوب کو اٹھا کر نقارے پر مارے بمجرد آواز کے مہر انگیز اسکو اپنے پاس بلوائیگی جبکہ شاہزادہ اس احوال سے واقف ہوا آتش غیرت اسکے سینے میں اور بھی شعلہ زن ہوئی گھوڑے سے اتر کر متوجہ نقارہ بجانے کا ہوا ان مصاحبوں نے یہ ماجرا جب شاہزادے کا ارادہ ممانعت کا کیا کہ شاید اب بھی مان جاوے اور جان سے بچے۔ عرض کرنے لگے کہ اے شہزادے

پہلے واجب ہے کہ ایک جگہ مقام کرکے اسباب درست کریں پھر سر براہی مطلب کی تدبیر میں مشغول ہوویں
شاہزادہ نے کہا کہ میں یہاں مہم مارنے نہیں آیا ہوں مقدم ہے کہ پہلے اس نقارہ کو بجاؤں
کہ یہانکے باشندے خبر پاکر مجھے شاہ قیموس کے پاس لیجاویں وہ جہاں کہیگا وہاں منزل کرونگا
یہ کہکر شاہزادے نے آگے جا اور چوب مرصع اٹھاکر نقارہ پر اس زور سے ضرب دی کہ اس کی
آواز سے زمین ہل گئی اور آسمان پھٹا اور اسکی صدا سارے شہر میں پھیل گئی غرض آواز کے سنتے ہی
لوگ جمع ہو ہو کر شاہزادے کو شاہ قیموس کے پاس لیگئے شاہزادہ چونکہ ازبس حسین تھا بادشاہ دیکھ
کر بہت افسوس کرکے بولا کہ اے شاہزادہ تو ازبس کمسن ہے اور دنیا کے تماشہ سے محروم ہے کہ اس خیال محال
سے بازرہ اور میری لڑکی جو دانائی اور غرور حسن کے سبب سے سوال کرتی ہے اس سوال کا جواب آجتک
دینے والا کوئی شخص نہ ٹھہرا اور جان سے گذرا بس لازم ہے کہ تو بھی اندیشہ باطل سے درگذر اور
لڑکوں کی طرح ہٹ مت کر اور اپنی جان پر رحم لا اسی قیموس نے بہت سی نصیحت کی پر اسکو اصلاً اثر
پذیر نہ ہوئی آخر کو بادشاہ نے کہا کہ اول ہمکو شرط مہمانداری بجالانی ضرور ہے بعد ازاں جو کچھ کہ کرنے
اور کہنے کی شرط ہے تم بجالانا شاہزادے نے قبول کیا۔ تب شاہزادہ نے جو کچھ لوازمہ مہمانداری کا تھا
تیار کرکے بھجوایا اور گل رخ بیگم کو ساتھ لے نہرانگیز کے پاس آکر فرمانے لگے کہ اے ظالم جفاکار دائے
خونخوار بکر فتار یہ کیا خیال محال ہے جو تو نے اپنے دل میں ٹھانا ہے۔ کہ خون بندگان خدا اپنی گردن پر لیتی ہے ان
باتوں سے کیا حاصل لازم ہے کہ اس غلط فہمی سے آپکو باز رکھ اور خون سے بیگناہوں کے درگذر دیکھ
کہ اب شاہزادہ ملک خاور کا بہت سا زر و جواہر لیکر تیری خواہش وصال میں یہانتک آیا ہے اگر تو اُسے
اپنی شوہری میں قبول کرے تو بہتر ہے ہم تیرے ماں باپ ہیں ہمکو ہماری عدول حکمی کرنی گناہ عظیم
ہے۔ اور تو نے جو عہد کیا ہے اگر ہزار سال اسکی پیروی کریگی اور لاکھوں بندگان خدا کو جان
سے ماریگی تو بھی اس سوال کا جواب نہ پاویگی الغرض اسی طور سے بادشاہ و بیگم بھی سو سو طرح سے سمجھاتی
ہیں لیکن اس سنگدل نے اپنی ہٹ ہرگز نہ چھوڑی اور بولی اگر ہزار سال تک کوئی میرے سوال کا
جواب نہ دیگا ہرگز شوہر نہ کروں گی ناکتخدا دنیا سے گذر جاؤں گی القصہ جبکہ آفتاب عالمتاب پردۂ مغرب
میں گیا مہرانگیز نے شاہزادہ کو اپنے مکان میں بلوا کر کہا اے شاہزادے میرا یہ سوال ہے کہ گل و صنوبر
چہ کرد شاہزادہ نے چرب زبانی سے جو جواب دیا کہ دل میں ٹھنا اور بن آیا دربیش لاکر کہا کہ علم غیبی سے
سوائے خدا کے کسکو آگاہی ہے اگر کوئی شخص تجھکو ایک جھوٹی بات بناکر کہے وہ بات قابل اعتبار
نہیں ہے۔ جبکہ اس خونخوار نے اپنے سوال کا جواب نہ پایا تب جلاد ناپاک کو بلوا کر اس بے

گناہ کے قتل کا حکم دیا۔ فوراً جلاد نے سر اسکا ملک تن سے الگ کر کے اسی قلعہ کے کنگرہ پر ٹنکا دیا۔ جبکہ یہہ خبر شمشاد نعل پوش کو پہنچی وہ سیاہ پوش ہو کر چلہ بھر ماتم خانہ میں بیٹھا گریہ وزاری کرتا رہا جبکہ چند روز گذرے شاہزادہ قہماش بھی جو اسکا بھائی تھا غیرت کھا کر باپ سے رخصت ہو کر مہرانگیز کے پاس گیا اور اسی طرح مارا گیا۔

تیسری داستان الماس روح بخش کے جانے میں مہرانگیز کے ملک کو اور پہونچنا باغ کے اندر اور وہاں جا کر دیوانہ بننا اور عاشق ہونا مہرانگیز اور دلارام کا اور رخصت ہونا دلارام کا

القصہ چھٹوں لڑکے شمشاد نعل پوش کہ اسی طرح ہلاک ہوئے ساتواں لڑکا کہ جسے الماس روح بخش کہتے تھے باقی رہ گیا وہ نہایت خوش طبع و فصیح زبان و دانا و جوانمرد سب علموں سے واقف بڑا پکا اور شائستہ تھا ایکروز اس نے باپ کو دیکھا کہ کرسی زرنگار پر بیٹھا فرزندوں کے غم میں آبدیدہ ہے اور آہ جگر سوز دل سے کھینچ رہا ہے الماس روح بخش نے بادشاہ کی یہ حالت زار دیکھکر آداب بجا لاکر عرض کیا اے بابا قیموس کی لڑکی نے میرے بھائیوں کو ہلاک کیا اب چاہتا ہوں کہ وہاں جاکر اپنے بھائیوں کے خون کا بدلہ لوں اور جسطرح بنے اسے اپنے عقد نکاح میں لاؤں جبکہ بادشاہ نے یہ بات سنی اور بھی زیادہ گریہ کرنے لگا اور کہا اے جان پدر اتو تمہارے ہی سبب سے آنکھوں کو روشنی اور تن کی زندگی ہے اور کوئی فرزند نہیں رکھتا ہوں کہ اس سے دلکو تسکین دوں یا مہمات سلطنت ہاتھ سے انجام پاویں۔ کیا تم بھی جان بوجھ کر اپنی ہلاکت کا ارادہ کر بیٹھے تب شاہزادہ نے مکرر عرض کیا جہاں پناہ یہ کیا ارشاد ہوتا ہے جبکہ وہاں جاکر اس خونخوار کو اپنے قبضے میں نہ لاؤں قرار و آرام نہیں پاتا میں جان جانیکو بھی آسان سمجھتا ہوں غرض ہزار مکر و فریب سے اجازت لے فی الفور متوجہ اس طرف کا ہو کر تھوڑے دنوں میں مہرانگیز کے شہر تک جا پہنچا جبکہ قلعہ شہر کے نزدیک پہنچا اس قلعہ کے کنگروں پر بہت سے سر شاہزادوں کے لٹکے ہوئے دیکھے اور اپنے بھائیوں کے سروں کو بھی پہچان کر بہت سا رویا۔ آخر ہر ایک طرف سیر کرنے لگا بازار کو دیکھتا بھالتا باہر نکل آیا کسی قصبہ میں ایک پیر مرد دہقان کے مکان پر آیا دہقان کی بی بی کہ جس کا سن ایک سو بیس برس کا ہوا تھا۔ لیکن اسنے لڑکے کا منہ کبھی دیکھا تھا شاہزادہ

کے دیکھتے ہی بہت سا شاد ہوئی اپنی فرزندی میں قبول کیا تب شاہزادہ نے وہاں قیام کر کے گھوڑے کو طویلہ میں باندھا اور جو کچھ زر و جواہر اور گنج بیشمار ساتھ رکھتا ہے اسمیں سے تھوڑا سا ان دونوں کو دیا اور کہا تم کو مناسب ہے کہ ہمارا احوال کسی پر ظاہر نہ کرو پھر شاہزادہ نے کپڑے بدلے صبح ہوتے ہی شہر کی سیر کو متوجہ ہوا پر ہمیشہ اسی فکر میں رہتا تھا کہ یہ راز کیونکر معلوم کروں اور اُسکے سوال کا جواب کیونکر دوں اور کس طرح سے اپنے بھائیوں کا بدلہ لوں اگرچہ بہت تفحص اور تلاش کرتا رہا لیکن کچھ بھی اسکا اسرار کسی سے ظاہر نہ ہوا۔ ناچار حیران و سرگردان سیر کرتا پھرتا تھا ایک روز یہ مصلحت دل میں ٹھانی کہ دختر شاہ قیموس کے قصر اور گیسو بریدہ کو کہ مہر انگیز نام رکھتی ہے دیکھنا چاہیئے کہ اس کافر کے عشق میں سینکڑوں بادشاہ اور شاہزادے اپنی جانیں مفت میں دیگئے اور داغ حسرت لیگئے یہ خیال کرتا ہوا اور دروازہ پر مہر انگیز کے کہ جو اسکے رہنے کا مکان تھا پہونچا دیکھا کہ کل ایک درخت عظیم الشان اور عجب نقشے کا دروازہ ہے۔ اور بہت سے دربان اس جگہ بیٹھے ہیں۔ ہر چند شہزادہ نے چاہا کہ اس مکان کے اندر جاوے لیکن کسی طرح سے جا نہ پایا اور بیقرار ہو کر اپنے دل میں کہنے لگا کہ شاید یہ وہی باغ ہے۔ اب مطلب میرا یہاں سے حاصل ہوگا غرض باہر سیر کرتا ہوا فکر کرتا تھا کہ شاید کوئی ایسی راہ نظر آوے کہ جس سے اس کے اندر جا پہونچوں درگاہ باری میں مناجات کرنے لگا کہ الٰہی دستگیر گم گشتگان ایسی کوئی راہ دکھلا کہ جس سے منزل مقصود کو پہنچ جاؤں اسی سوچ میں تھا کہ ناگاہ ایک نہر نظر آئی کہ جس کا پانی باہر سے باغ کے اندر جاتا تھا تب شاہزادہ کپڑے اُتار برہنہ ہو کر اسی نہر میں غوطہ مار باغ کے اندر گیا ایک ساعت گوشہ میں بیٹھکر کپڑے سکھا کر پھر وہی لباس پہن باغ کی سیر کرنے لگا کیا دیکھتا ہے کہ اسکے سبزہ پر نہر کا پانی روان ہے اور آب جو بہار ہر سو روان ہے بلبلیں چہچہاتی ہیں اور پھول کھل رہے ہیں خیابان گلزار پر نئی طرح کی بہار ہر ایک تختہ گل برمرغان چمن مشغول بہ ترنم و سرود اور قمریاں بآواز طوق اطاعت سرو کا گردن میں ڈالے ہوئے موجود۔ غرض ایسے تکلف سے وہ باغ آراستہ تھا کہ اُسکے آگے باغ ارم تعارف کے قابل نہیں نظم عجب طرح کا باغ و تازہ تر ٭ تمامک کریں آرزو جس میں گھر ٭ کھڑے سرو دان برلب جوبار ٭ کریں قمریاں جس پہ کوکو پکار ٭ کہیں عندلیب اور گل کا سماں ٭ کہیں نسترن کا تھا جلوہ عیاں ٭ القصہ شہزادہ سیر کرتا ہوا نزدیک اس شیشہ نشین کے کہ جسمیں مہر انگیز بیٹھی تھی جا پہونچا اور دور سے مشاہدہ اسکے جمال کا فرمایا سچ تو یوں ہے کہ ایسا حسن انسانکی خلقت میں کیا پریوں میں پیدا نہیں ہوا اور روبرو قصر کے ایک فرش سنگ مرمر کا کہ وصف

اسکی صفائی کا تقریر سے باہر ہے۔ اور ایک حوض آبِ لال سے بھرا ہوا مانند آئینہ کی مجلا نظر آیا شہزادہ ایک ساعت آرام کر متوجہ سیر باغ کا ہوا اور باغبانو نسے چھپکر رات اسی باغمیں کاٹی جبکہ روز روشن ہوا شاہزادہ آپکو دیوانہ بنا کر باغ کی سیر کرتا رہا گہ ناگاہ ایک جگہ دیکھی کہ وہاں کئی پریزادیں سیر کر رہی ہیں اور اسجگہ فرش ریشمی پر ایک تخت مرصع بچھا ہے۔ اور اسپر ایک معشوقہ پری شمائل بیٹھی ہے کہ جسکی روشنی سے سارا باغ اُجالا ہو رہا ہے اور اسکی زلف عنبریں کی لپٹ آسمان تک فرشتوں کے دماغ کو معنبر کر رہی ہے شاہزادہ نے قیافہ سے معلوم کیا کہ مہرانگیز یہی ہے۔ الحق حق تعالےٰ نے جسکو ایسا حسن دلفروز دیا ہو وہ کیوں نہ ہزاروں جانونکو پروانہ کی مانند اپنے شمعرو پر نثار کرے **بیت** جسکا حسن ایسا جانفزا ہووے کیوں نہ دل اُسپہ پھر فدا ہووے ۔ اور یہ اشعار مزار رفیع السودا کے پڑھنے لگے **اشعار** حسن ایسا کہ جسے ماہ شب چہاردہم ۔ ایک بیک دیکھے تو بیچندرہ جائے بھبھک ۔ چہرہ میں ایسی تھی گرمی کہ شب و روز اُسے۔ یاد کرتی ہی رہی دامن مرگاں کی جھپک ۔ زلفیں یوں بکھری ہوئیں چہرہ پہ مانگیں تھیں دل ۔ جسطرح ایک کھلونے پہ بہتیں دو بالک ۔ ناگنی بیچ میں آ اُنکے نہ مانگے پانی ۔ کھیل جاوے وہیں کالا جو دیکھے اسکی لٹک ۔ میں نے نہ دیکھی کمر اسکی کہ کروں وصف اُسکا ۔ تھی وہ ایک آہوئے دل کیلئے چیتے کی لپک۔ دیکھے جو اسکی بھوں کو یہ یقین ہو اسکو ۔ تنبو یان تان کے یہ کام کا اُترا ہے لٹک۔ رزق برق ایسی ہے پوشاک میں اُسکی کہ جسے ۔ کوند بجلی کی کہوں یا کہ میں شعلہ کی دمک ۔ اسی خیال میں تھا کہ ایک لڑکی بام زرّیں ہاتھ میں لئے ہوئے پانی بھرنے کو لب حوض تک آئی اور چاہتی تھی کہ جام کو پانی سے بھرے کہ ناگاہ عکس شاہزادہ کا کہ درخت کی اوٹ میں چھپکر تماشا دیکھ رہا تھا پانی میں دیکھکر سہم گئی اور اپنے دل کے پیالہ کو بیہوشی کی شراب سے بھر کر جام زرین کو حوض میں گرا گئی اور دلمیں کہنے لگی کہ آیا یہ عکس دیو کا ہے یا پری کا یا آدم زاد کا غرض کانپتی اور روتی ہوئی آئی جبکہ اوباشینوں نے یہ حالت دیکھی اُسے مہرانگیز کے رُوبرو لیگئیں مہرانگیز نے پوچھا کہ اے رعنا تجھے کیا ہوا تھا تب اس نے کہا کہ اے بانو میں پانی کیلئے حوض پر گئی تھی پانی میں عکس ایکمرد کا دیکھ کر دہشت کھا کر گری اور ہاتھ سے جام زرین پانی میں گر گیا پھر مہرانگیز نے اسکی تحقیقات کیواسطے فرمایا کہ کوئی جلد جاوے اور اس ماجرے کو دریافت کر کے حضور میں عرض کرے بموجب ارشاد کے اور ایک سہیلی گئی وہ بھی اسی طرح پانی میں دیکھتے ہی آتش عشق سے اپنے دل کو کباب کر آہ و نالہ کرتی ہوئی مہرانگیز کے پاس آئی کہ اے شاہزادی نہیں معلوم کہ یہ عکس کسی فرشتہ کا یا پری کا یا آدم زاد کا ہے یا فلک سے ماہتاب زمین پر اُترا ہے یا کوئی ستارہ ٹوٹ پڑا ہے اس کی بات کے سنتے ہی

مہرانگیز کا جی ہاتھ سے گیا اور اُسکے دیکھنے کی خواہش دلمیں بہت سی ہوئی جلدی سے اٹھکر باؤس کیطرح خرامان خرامان لبِ حوض تک جاپہنچی عکس شاہزادیکا حوض میں دیکھکر اسکے سودے میں اپنے دلکی متاع کو کھو بیٹھی اور بیقرار ہوکر دائی سے بولی کہ اس میں کون چھپا ہے تلاش کرکے اسکو میرے پاس لاؤ کہ اسکے دیکھنے سے دل کو تسکین دوں دایہ بموجب حکم ہر طرف دیکھتی بھالتی جاتی ہے غرض اس چمن کے گوشہ میں کہ جہاں شاہزادہ چھپا بیٹھا تھا اسکی نظر پڑھ گئی دیکھا تو ایک جوان خورشید رو نازک بدن کہ حیرت افزائے دیدۂ افلاک ہے درختوں کی اوٹ میں چھپا کھڑا ہے۔ شہزادے دائی کو دیکھکر ارادہ بھاگنے کا کیا لیکن راہ گریز کی نہ پائی فوراً آپکو دیوانہ بنایا تب دائی نزدیک آکر بولی کہ اے دیوانے کہاں جاتا ہے۔ میری بانو نے تجھے یاد فرمایا ہے۔ وہ جواب کچھ نہ کچھ دینے لگا آخر شش دایہ اسکا ہاتھ پکڑکر حضور میں لے آئی حاضر ہے مہرانگیز ہرچند اس سے پرسش حال کرتی تھی وہ دیوانہ وار بے اختیار خندہ وگریہ زاری کرتا اور بے سروپا جواب دیئے جاتا تھا۔ اور جب کبھی تفتیش حال کرتی تھی تب کہتا کہ میں بھوکا ہوں مجھے کسی سے کیا کام ہے اور کیا کہوں ہرن بکری ہوگیا اور مکھی بھینس بن گیا مدوئی کا پہاڑ پانی کی بوچھاڑ سے گل گیا اور برف کے برسنے سے موم پگھل گیا اونٹ کو بلّی کھا گئی اور بلی کو چیونٹی نگل گئی ایسی الٹی پلٹی باتیں سُنکر مہرانگیز بولی ہنسکر کہ حیف ایسا جوان اور دیوانہ ہوجاوے بیت یہ حسن وجوانی اور اسپر یہ غم پستم ہے ستم ہے ستم ۔ مہرانگیز شاہزادہ کا حسن وجمال دیکھتے ہی باؤنی ہوگئی تھی اور اس کے خنجر نگاہ سے مانند مرغ بسمل کی اسکو بیقراری تھی ہر ایک سے کہتی تھی کہ یہ مرد دیوانہ ہے یا کوئی اسکا مزاحم نہ ہووے جو کچھ اسکی خواہش ہو اُسے حاضر کرو اور جو چیز مانگے اسے فوراً دو یہ کہا اور دیوانہ کو ہمراہ لیکر متوجہ قصر کی ہوئی اور بولی کہ اے دیوانے تو اسجگہ سے اور کسی طرف نہ جانا اور جو کچھ درکار ہو حاضر ہے تب شاہزادے نے دل سے کہا کہ ابھی اُس سوال کی حقیقت اس خونخوار سے استفسار کرنا اچھا نہیں ہے بلکہ جو اسکی مصیبت ہیں اُسنے تفحص کرنا خوب ہے مناسب ہے کہ وہ خواص دلارام نام کہ جو اوّل میرے عکس کو دیکھکر بدحواس ہوئی تھی اور ابتک بھی میرے غلبۂ عشق سے میرے وصال کی اُسکے دل میں خواہش بھری ہے۔ القصہ ہرچند شاہزادہ ارادہ پوچھنے کا رکھتا تھا مگر فرصت وقت نہ تھی کہ پوچھے قضا کار ایک روز دلارام شاہزادہ کو تنہا پاکر نزدیک اُسکے آور پاؤں پر سر رکھکر عجز وزاری اور بے چینی اور بیقراری سے عرض کرنے لگی کہ اے جوان حق تعالےٰ نے تجھکو جو حسن دیا ہے خدا اور بھی زیادہ کرے میرا دل تیرے لئے تڑپتا ہے اور جی کڑھتا ہے میں چاہتی ہوں کہ تو اپنے راز سے مجھکو مطلع کرے کہ تو کون ہے اور اسجگہ تیرا گذر کیونکر ہوا ہے کسواسطے آیا ہے اور

تفحص حال سے میری غرض یہ ہے کہ تیرے عشق کی گرمی سے میرا دل موم کی طرح گلا جاتا ہے اور تیرے حسن پری رشک نے دیوانہ کر ڈالا اشتیاق کے ناوک کے آہوئے دل کو شکار کیا ہے اور خدنگ عشق نے جان و دل کو فگار کر دیا اگر تو اپنے ساتھ مجھکو یہانسے لیچلے تو میں اسقدر گوہر و گنج ہمراہ لوں کہ گنج قارون بھی اسکی برابری نہ کرسکے ہرچند وہ اس طرح کی باتیں کرتی تھی لاکن شہزادہ دیوانوں کیطرح گفتگو کرتا تھا بلحاظ اسکے کہ مبادا یہ راز آشکارا ہو جائے توصفت میں رسوائی اٹھانی ہو پھر اسوقت کچھ تدبیر نہ بن پڑیگی جبکہ دلارام نے اپنے مقصد کا جواب کچھ نہ پایا اور افسوں کارگر نہ ہوا تب روتی ہوئی اپنے مکان پر آئی اور اس کے دیوانہ ہونے پر نہایت افسوس کرتی رہی اور تمام رات گریہ وزاری میں کاٹی دوسرے دن جبکہ صبح صادق ہوئی پھر شاہزادے کے پاس آئی اور پروانہ کی مانند گرد اس شمعرو کے پھرنے لگی اتنے میں مہرانگیز نے شاہزادہ کو طلب کیا اور گفتگو میں مشغول ہوئی دلارام بھی چھپ چھپ کے دیکھا کرتی مہرانگیز اس کی طبیعت دیوانہ کیطرف میلان دیکھکر تاڑ گئی کہ یہ بھی اسپر خدا ہے تب دلارام کو بلا کر بولی کہ آج سے میرے دیوانہ کی خبرگیری تیرے ذمہ ہے بخوبی اسکے کھانیکا تمام اسباب جسپر کہ اس کا دل چاہے فوراً حاضر کیا کر اور جان و دل سے اسکی خدمت میں حاضر رہنا۔ دلارام نے یہ حکم جب پایا پھولی نسمائی جان و دل سے اسکی خدمت گذاری میں حاضر رہتی القصہ ایکروز دلارام دیوانہ کو اپنی خلوت سرا میں لیجاکر بہت سی باتیں ادھر ادھر کی کرکے قسم خدا اور رسول کی درمیان میں لائی اسواسطے کہ وہ راز اپنے دل کا کھولکر کہے تب شاہزادے نے اپنے دل سے کہا کہ ظاہراً بوئے عشق اسکی باتوں سے پائی جاتی ہے اپنی حالت کا بیان کرنا اس سے مضائقہ نہیں تب بولا کہ اے رعنا مطلب میرا یہ ہے کہ گل باصنوبر چہ کرد اس امر بے معنی کی تلاش میں اتنی خرابیاں کھینچتا ہوا یہاں تک آپہونچا ہوں۔ اور تیری بالفعل بادشاہوں اور شاہزادوں کا سر کاٹ کر لٹکا دیتی ہے اگر تجھے اس سوال کی حقیقت کچھ معلوم ہو تو بتا تب دلارام نے کہا کہ اگر تو مجھے اپنے عقد نکاح میں لائے اور اپنی بانو بنائے تو اس راز نہاں کی ماہیت سے جسقدر کہ مجھے معلوم ہے تجھکو آگاہ کروں تب تو شاہزادہ نے کہا اے یار وفادار و مونس غمگسار اگر تیری مددگاری سے مقصد میرا حاصل ہوا اور میں مراد کو پہونچا تو جو کچھ تیری ارادت ہے بسر و چشم بجا لاؤنگا اور ہر حال میں تیری اطاعت کرونگا جب دلارام نے شاہزادہ سے عہد و پیمان درست لے لیا تب کہا اے مایۂ زندگی میں بھی نہیں جانتی ہوں۔ کہ گل باصنوبر چہ کرد کیا معمہ ہے مگر یہ معلوم ہے کہ مہرانگیز کے تخت کے نیچے ایک زنگی رہتا ہے اس نے اس ماجرے سے اسکو واقف کیا ہے اور زنگی شہر واقاف سے بھاگ کر آیا ہے پس لازم ہے کہ تو بھی قصد اقاف کا کرے نہیں تو

کسی وجہ سے یہ راز تجھپر منکشف نہو سکے گا۔ جبکہ شاہزادہ نے دلارام کی زبانی یہ بات سنی تب دل میں کہا کہ ایدل اب ذرا صبر واجب ہے اور دیکھ کہ اب پردہ غیب سے کیا آشکار ہوتا ہے تو بہت مشکلیں پیش آئینگی اور اسیاثنا میں بہت سا خون جگر کھانا ہوگا۔ **ابیات** اگر خون دل کھاکے پھوپھوں گا واں ۔ تو مقصود کو اپنے پاؤں لگاہاں ۔ نہیں نا امیدی سے بھکو ہراس ۔ کہ لاتقنطو پر ہے سب کی اساس ۔ جو امر درپیش بات پر دل نہ دھریں ۔ اگر خار ہو اسکو بھی گل کریں ۔ غرض ایسے مضمون کا شعر پڑھ کر تسلی خاطر کرتا تھا کہ اتنے میں دلارام نے شاہزادہ کو بہت متردد دیکھکر کہا کہ اے مونس غمخوار و یار وفادار تو کچھ تردد خاطر میں نہ لا۔ اگر تیرا ارادہ جہانگیر کے قتل کا ہو۔ تو میں ایکروز محل میں پیالہ شراب کے بدلے زہر کا پیالہ اسے پلادوں تاکہ وہ پھر قیامت تک سر اٹھائے **ابیات** پلاؤں اسی طرح کی پھر شراب کہ پھر سر اٹھائے نہ خانہ خراب ۔ قیامت تلک اسکو آوے نہ ہوش ۔ رہے خاک کی طرح پھر وہ خموش ۔ تب شاہزادہ نے کہا ای یار غمخوار اس فریب سے ہلاک کرنا اور بدلا لینا جوانمردی سے بعید ہے ۔ جبتک شہر واقاف کو نہ جاؤں اور اس ماجرے کو دریافت نہ کروں تب تک آرام حرام جانتا ہوں انشاءاللہ تعالی اس مطلب کو حاصل کرکے تیرا مطلب لاؤں گا یہ عہد مقرر تیرے ساتھ کرتا ہوں یہ کہکر دلارام سے رخصت ہو تردیک پیر دہقان کے گیا اور کہا کہ اے پدر میں سفر کو جاتا ہوں تم کچھ اندیشہ اور وسواس اپنی خاطر میں نہ لانا۔

چوتھی داستان روانہ ہونا شاہزادہ کا دلارام کے پاس سے اور رہنما ہونا پیر دہقان کا طرف شہر واقاف کی اور مسحور اور مسوخ ہونا اس کا ہرن کی صورت میں بطیفہ بانو کے جادو سے

بیان کرنیوالے داستان اور روایت کرنیوالے حکایت کے اس قصے کو اسطرح سے بیان کرتے ہیں کہ شاہزادہ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر چلا۔ مگر نہیں جانتا تھا کہ شہر واقاف کس طرف ہے اور کس راستہ سے جاتے ہیں۔ اسی فکر میں گھل گھل کر نحیف ہوا جاتا تھا۔ تھوڑے دنوں میں ایسا ناتوان ہوگیا کہ گھوڑے پر بھی سواری کی طاقت نہ رہی غرض گھوڑے کی باگ ڈور تھامے ہوئے پا پیادہ چلا جاتا تھا کہ یکایک راہ میں ایک پیر روشن ضمیر نورانی چہرہ جامہ سبز پہنے ہوئے ہاتھ میں ایک عصا خضر کی مانند نظر آیا۔ شاہزادہ نے اسکے دیکھتے ہی سجدہ شکر کا درگاہ رہبر حقیقی میں ادا کیا اور دست بستہ ہو کر نزدیک اس پیر کے گیا کر آداب بجا لایا پیر نے بھی جواب سلام کا دیا اور پوچھا کہ اے جوان تو کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے تب شاہزادہ نے کہا کہ اے بزرگ میں مسافر قصد شہر واقاف کا رکھتا ہے

مگر اس کی راہ نہیں جانتا کہ کس طرف ہے اور کس راہ سے جانا ہوگا۔ پیر بزرگ نے شاہزادہ کے رخسار پر نظر کرکے کہا کہ اے جوان اس راہ بے پایان سے تو آپ کو باز رکھ یہ راہ بہت خطرناک ہے لازم ہے اسطرف سے خیال اٹھا کر اور کاموں میں مشغول ہو کس واسطے کہ اگر عمر بھر اس راہ کی تلاش میں سرگردان رہیگا پتہ نہ پائیگا

الغرض پیر بزرگ نے بہت سی نصیحت کی مگر شاہزادہ کو کچھ اثر پذیر نہ ہوئی تب پیر بزرگ نے کہا اے مسافر تیرا مقصود شہر واقاف میں کیا ہے کہ جس لئے اپنی عمر عزیز کو برباد کیا چاہتا ہے شاہزادہ نے کہا اے بزرگ ایک کام نہایت سخت و مہم مشکل پیش آئی ہے اگر آپ کو اس راہ کا کچھ ٹھکانا معلوم ہو تو مانند خضر کی میری رہنمائی فرمایئے جب پیر بزرگ نے دیکھا کہ شاہزادہ کسی نوع سے نہیں رکتا تب فرمایا کہ اے جوان شہر واقاف میں قاف ہے اور تعلق بادسے رکھتا ہے اور وہاں مقام جنات کا ہے شہر سے باہر ہو نیچے تجھکو دو راہیں ملینگی لازم ہے کہ راہ راست میں جائیو ہرگز راہ چپ میں جانیکا قصد نہ کیجو درمیان کے راستہ کو اختیار نہ کیجو ایکدن رات کی راہ سے جانا جبکہ صبح صادق ہوگی تب تجھکو ایک منارہ نظر آئیگا اس پر ایک تختہ سنگ مرمر کا خط کوفی سے لکھا ہے لازم ہے کہ اس تختہ پر جو کچھ منقوش ہے اس کو پڑھکر اسی پر عمل کرنا اور زینہار خلاف نہ جانا شاہزادہ نے یہ بات قبول کی اور اس بزرگ کے پاؤں چومے وقت رخصت ہونیکے پیر مرد نے بھی شہزادے کے حق میں دعائے خیر کی شاہزادہ گھوڑے پر سوار ہو کر متوجہ شہر واقاف کا ہوا ایک شبانہ روز کی راہ پر گیا تھا کہ اس سنگ نشان تک جا پہونچا دیکھا کہ بلندی میں

مانند فلک لاجوردی کی ہے اور اسمیں ایک تختہ سنگ مرمر کا نطوکوفی سے منقش جڑا ہے اسواسطے
کہ مسافر حقیقت سے ہر ایک راہ کی واقف ہو کر عیش و عشرت سے راہ کاٹیں اور گمراہ نہ ہوں اور مضمون
اس سرنوشت کا یہ ہے کہ مسافر کو لازم ہے راہ راست مین جاوے اگر راہ چپ مین جاویگا تو تھوڑا قصد بعید
اٹھاویگا لیکن جلد اپنے مقصد کو پہنچیگا اور راہ میانہ تو ایسی خطرناک ہے کہ اگر کوئی ہزار جان رکھتا ہو
ایک بھی پھیر نہ لاوے وہ راہ قاف کی ولایت کو جاتی ہے شاہزادہ اس مضمونکو پڑھکر سراپا برہنہ دست تمنا
درگاہ میں اس بے نیاز کی اٹھاکر کہنے لگا کہ اے بھولے بھٹکوں کو پتہ پر پہونچانیوالے واے گمراہونکی ہدایت
کرنیوالے تجھہ سے مدد مانگتا ہوں اور ہمت چاہتا ہوں کہ مقصد میرا اوقاف کے ملک سے ہے اس راہ خطرناک
میں تو ہی رہبری کر ابیات دشت غربت مین پڑا ہوں یا الٰہی کون مجھکو تجھہ سوا دکھلاے راہ - نہ کوئی ہم دم
نہ یاں ہمراہ ہے ہے اگر تو نالہ جانکاہ ہے کس سے دردغم کروں اپنا بیان لب پہ آہ ہو نہی ہے من ناتواں
خار سے سارا بیاباں ہے بھرا آبلوں سے ہو گئے مجروح پا ہر قدم میں ہیں یہاں خطرے ہزار تو بچاوے
تو بچوں پروردگار ایک مٹھی خاک کی زمین سے اٹھاکر اپنے جیب و گریبان میں ڈالکر بولا کہ اے خاک تو
میری پیراہن اور کفنی کی جگہ ہے پھر سوار ہو کر درمیان کا راستہ لیا بعد ایک رات اور دن کے راہ کھلائی
دی شاہزادہ مناجات کرتا ہوا اسی راہ میں چلا جاتا تھا ایک دن جبکہ آفتاب عالمتاب طلوع ہوا
اسوقت شاہزادہ کو ایک میدان لق و دق نظر آیا - کہ درخت اس کے آسمان تک پہنچے ہوئے تھے اور
اسمیں ایک باغ ہرا بھرا دیکھکر شاہزادہ متوجہ اس باغ کا ہوا جبکہ دروازہ پر پہونچا تو ایک دروازہ دیکھا
کہ سنگ مرمر سے بنا ہے - اور ایک زنگی کہ جس کے چہرہ کی تیرگی سے سارے باغ پر سیاہی چھائی ہے بلکہ
شب دیجور اس کی رنگت سے تاریکی دام میں لے آئے اسکے اوپر کالباک کے نقطوں سے بھی اوپر چڑھا
ہے - اور نیچے کالب گریبان تک لٹکا ہوا - قطعہ لکھوں تعریف اس چہرہ کی میں کیا جہان میں خلق کب
ایسا ہوا منہ زبس رنگت تھی اسکی تیرہ و تار کڑھائی سا تھا کالا کوئلہ منہ ایک پتھر چکی کے پاٹ کی
طرح مدور ستو من کے وزن کا بجائے سیر کی انار کے درخت سے لٹکائے اور شمشیر کہ وہ بھی پچاس من لوہے
سے کم نہ تھی شمشاد کے درخت سے ٹانگے اور کئی جانور کی کھال ملا کر بجائے لنگ پہنے اور ایک زنجیر
آہنی ضخیم کہ جسکے ہر حلقے سے ہاتھی آمد و رفت کر سکے کمر باندھے عدم کے دروازے پر پتھر سے تکیہ کئے
اور ٹکٹکی دیئے ہوئے ہوتا ہے شاہزادہ نے نزدیک اسکے آکر لگام اپنے گھوڑے کی زنگی کی نزدیک باندھی اور
بسم اللہ پڑھکے باغ کے اندر قدم رکھا سیر کرتے کرتے ایک چمن کے نزدیک جا پہونچا وہاں کی ہوا بہت
خوش آئی اور درخت بھی نہایت خوش قطعہ تھے اور انکی ڈالیاں نہایت متوا ونکی طرح ہم جھوم رہی تھیں اور بلندی

میں سر آسمان تک لیگئی تھیں بہت سے ہرن وہاں چر رہے تھے کہ مرصع سنگوٹیاں جنکے سینگوں پر چڑھی ہوئی تھیں اور کارچوب کی جھولیں پیٹھ پر پڑی ہوئی اور رومال زربفت کے انکی گردنوں میں بندھے تھے غرض ہر ایک پری چہرہ اس باغ میں سیر کناں تھا شہزادہ دیکھنے سے اس تماشائے عجیب کے متعجب ہو رہا تھا کہ الٰہی یہ عجیب باغ ہے اور اسکا کون مالک ہے کہ نظر نہیں آتا مگر سارے ہرن دست و پا و چشم و ابرو کا اشارہ سے شاہزادہ کو نافع ہوتے تھے۔ کہ یہاں مت آ لیکن اشارہ انکا شاہزادہ کی خاطر میں نہ آیا بلکہ قیاس کیا کہ شاید یہ ہرن مجھے دیکھکر کلیلیں کر رہے ہیں۔ اور عشوہ گری سے چشم و ابرو ہلاتے ہیں القصہ شاہزادہ سیر کرتا ہوا زدیک ایک محل کے پہنچا کہ قصر قیصر کو بھی اس مکان کی برابری کا مرتبہ نہ تھا رفعت اور وسعت اسکی رشک افزائے چرخ مدور اور نقش و نگار اسکے تختہ عمل ارا اور اسمیں ایک شہ نشین مصفا سنگ مرمر کے فرش سے آراستہ اور دروازہ اسکا چشم عشاق کی مانند کھلا تھا شہزادہ سیر کرتا ہوا ایک جھروکے میں اس مکان کے اندر گھس کے کیا دیکھتا ہے۔ کہ ایک عورت خوبصورت پری پیکر کہ ماہتاب جس کے دیکھنے سے بیتاب ہو جائے اور چشم فتاں اسکے دیدۂ نرگس کو زمین خجالت پر جھکائے سر دریچہ سے نکالے ہوئے ادھر ادھر تک رہی ہے جونہی نگاہ اسکی شاہزادہ پر پڑی فوراً اسکے جمال سے نہال ہو گئی اور عشق سے بیتاب ہو کر دائی کو بلا کر بولی کہ اے ماما اس جوان کو میرے نزدیک لے آ کہ اس سے پوچھوں تو کون ہے۔ اور کہاں سے آیا ہے اور اس باغیں کہ پرندہ پر نہیں مار سکتا اور شیر وغیرہ بھی ہیبت سے اسطرف رخ نہیں کرتا تو کیونکر داخل ہوا ہے۔ یہ بموجب اسکے کہنے کے شہزادہ کے لانے پر متوجہ ہو گئی اور نزدیک شاہزادہ کے جا پہنچی اور اسکا چاند سا مکھڑا دیکھکر بھچک رہ گئی بعد ایک لمحے کے سلام کر کے بولی آپکا یہاں آنا بہت مبارک ہوا ہماری بانو نے یاد فرمایا ہے شہزادہ دایہ کے ہمراہ ہو کر متوجہ اس مکان کا ہوا۔ اور وہاں پہونچکر معلوم کیا کہ شاید روضۂ رضوان یہی ہے۔ اور اندر اس مکان کے ایک تخت بھی دھرا ہے مخمل کمخواب اور زربفت کے فرش بچھے ہیں پٹاپٹی کے پردے مقیش کی ڈوریوں سے کھنچے ہیں اور وہ فتنہ یعنے لطیفہ بانو نام اس تخت پر بیٹھی ہے شاہزادہ دیکھنے سے اس عجائبات کے متحیر ہو رہا تھا اس نے شاہزادہ کے دیکھتے ہی کمال اشتیاق سے اٹھ کر ہاتھ پکڑ کر تخت پر اپنے پاس بٹھایا اور بہت سی میٹھی میٹھی باتیں جی لبھانیکی کر کے بولی کہ اے جوان تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کدھر کو جاویگا اور اس باغیں کسطرح پہونچا ہے شاہزادہ نے اپنی سرگذشت اول سے تا آخر کہہ سنائی تب لطیفہ بانو بولی کہ اے جوان یہ کیا خیال فاسد تیرے دل میں گذرا ہے اس کے در گذر کر کہ کوئی آجتک وہاں نہیں گیا لازم ہے کہ دست مبارک اسنا میری گردن میں حمائل کر اور شکر پروردگار کا بجا لا اور اپنے بخت بلند کو یاور سمجھ کہ مجھ سے نازنین پری پیکر کا وصال بجتے میسر آیا اور یہانتک پہنچا اور جو بات تو نے

ارادت
دلمیں ٹھانی ہے وہ بھی انجام کو پہونچاؤنگی اور قیموس شاہ کو مع اسکی دختر کے کہ مہر انگیز نام رکھتی ہے تیری خدمت میں حاضر کردونگی تب تجھ کو تیری
ہوگی سو کیا ایسی ایسی دم بازیونکی باتوں سے شاہزادے کو پھسلا رہی تھی تب شاہزادے نے کہا کہ اے لطیفہ بانو میں تیرے ساتھ یہ عہد کرتا
ہوں۔ کہ جبتک واقاف میں نہ جاؤں اور قیموس شاہ کو علانیہ گرفتار نہ کروں اور اس گیسو بریدہ مہر انگیز کو اپنے
قبضے میں لاکر گھوڑے کے ٹاپ کے تلے نہ روندوں اور اسکا گوشت کتوں اور چیلوں کو نہ کھلاؤں تب تک نہ میرا
عیش و آرام مجھ پر حرام ہے۔ جبکہ ان کاموں سے فراغت پاؤنگا اسوقت تجھکو نکاح میں لاؤنگا اور تیری گردن مراد میں
اپنے وصال کی حمائل پہناؤنگا غرض لطیفہ بانو ہر چند مانع تھی پر شہزادہ اس بات پر مطلق کان نہ لگاتا تھا تب اس آفت جان
نے یہ تدبیر دل میں ٹھانی کہ محفل میکشی ترتیب دیکر کسیطرح سے اسے شراب پلاؤں تاکہ دماغ اس کا
فشہ سے سرشار اور عقل و ہوش بیکار ہو جاوے تو یقین ہے۔ کہ مہر انگیز سے جو غصہ کہ اسکے دلمیں
ہے فرو ہو جاویگا۔ پھر جو کہونگی سو قبول کریگا۔ اور شربت وصال سے کام جان سیراب ہوگا۔ تب
ساقیان پری رخسار گل عذار کی طرف اشارہ کیا انہونے اشارہ پاتے ہی جام زریں اور شراب
خوشگوار و رنگین لاکر حاضر کی لطیفہ بانو نے پیالہ بھر کر پہلے تو شاہزادہ کے ہاتھ میں دیا شاہزادہ نے
کہا اے غمخوار پہلے پینا اسکا میزبان کو پھر مہمان کو روا ہے۔ لطیفہ بانو نے شاہزادہ کی خاطر پہلا
پیالہ اپنے لبوں سے لگایا اور دوسرا جام بھر کر شاہزادہ کو دیا اس نے بے تکلف ایسی محبوبہ
کے ہاتھ سے کہ طبیعت اسکی ہوفائی سے مخمر تھی پی لیا لطیفہ بانو نے ادھر مجلس بادہ نوشی
کی گرم کی ادھر گانے بجانے کا چرچا پھیلا بادہ پری زاد کہ جن کے دیکھنے سے مہر و ماہ حیرانی کھینچیں
اور اونچی زلفیں تا بدار دل عشاق کو بے اختیار اچکیں آموجود ہوئیں۔ دف و چنگ۔ مردنگ کا
سُر ملا کے صدائے دلکش سے گانے لگیں اسوقت اگر تانسین ہوتا تو اپنی تان بھول جاتا غرض گانے بجانے
کا وہ سماں بندھا کہ سارا مکان گونجنے لگا۔ اور دلرباؤں کی جلوہ افروزی سے اندر کا اکھاڑہ ہوگیا ایسا
بندھا راگ کا اسوقت یہ سماں تھا کہ مست سننے سے پیر و جوان عجب طرح کی خنیاگری دلربا
کھلی اور مندی دلکو لیتی لبھاتی انوکھی وہ تانیں نپٹ دلکشا کہ گانے کا حق جسنے ہوتا ادا۔ غرض کیسی
عالم محویت میں لطیفہ بانو کے کانوں دل میں آتش عشق دونی بھڑکی پر شاہزادہ کی بے پروائی سے
ناچار تھی کچھ بس نہیں چلتا تھا غرض تین دن اسی نوع سے محفل عیش میں گذری شاہزادہ نے کہا کہ مجھ
کو رخصت فرمایئے کہ راہ سفر دور دراز ہے اور آتش محبت تمہاری میرے خرمن جان میں شعلہ زنی کر
رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ بعد حاصل ہونے مطلب کے جلد خدمت میں تیری آکر بوستان وصال
سے گل مراد چنونگا اور زلال ملاقات سے تشنگی اپنے جگر سوختہ کی بجھاؤنگا جب لطیفہ بانو نے دیکھا کہ شہزادہ

کسی نوع سے داڑمیں نہیں آتا تب دایہ کو حکم کیا کہ وہ قفلی جسمیں معجون مفرح اس طاق پر دھری ہے لے آ کھانے سے اس کی طاقت جوانی اور لذت روحانی ہوتی ہے شاہزادہ اسکے کھاتے ہی بے ہوش ہوگیا اور مطلق اثر جو اسکا باقی نہ رہا جب اس ساحرہ نے ایک لکڑی بصورت مار سیاہ تھی نکالکر اور پکڑ افسون اسپر پڑھکر شاہزادہ کے مونڈھے پر ایسی ماری کہ شاہزادہ ایک آہ کھینچکر خریخ کھاکر زمین پر گر پڑا اور گرتے ہی ہرن بن گیا جبکہ شہزادے نے آپکو مسوخ دیکھا تب دلمیں کہا کہ حیف یک نشد و صد ناحق بیٹھے بٹھائے مینے آپکو بلا میں ڈالا اب ہاتھ سے اس جادوگر خونخوار کے خلاصی پانی مشکل ہے۔ غرض لطیفہ بانو نے فوراً ان سینگو نپر کہ ہرن کی صورت سر پر شاہزادہ کے نکل آئے تھے زرگر کو بلواکر مرصع سنگوٹیاں چڑھوائیں اور ایک رومال جادو سے پڑھکر گردن پر باندھا ہرچند کہ شاہزادہ ہرن بن گیا تھا مگر عادات و حواس میں فرق نہ تھا اس سبب سے شکر خالق کا ادا کرتا لطیفہ بانو نے اس ہرن کو بڑے تکلف سے آراستہ کرکے درمیان اُن ہرنونکی کہ وہ بھی انسان سے حیوان ہوگئے تھے چھوڑ دیا جبکہ شاہزادہ کسیطرح اس کافر کے ہاتھ سے خلاص ہوا چمن میں سیر کنان ہر ایک طرف بھاگنے کی راہ ڈھونڈتا تھا اور دل میں اندیشہ کرتا کہ کیونکہ اس باغ سے آپکو نکالوں ایسا نہ ہو کہ شیر و پلنگ کا نوالہ ہوجاؤں اور یہ زندگی مفت برباد جائے ؛

پانچویں داستان صورت اصلی پر آنا شاہزادہ کا بتوجہ جمیلہ بانو اور دریا جمیلہ بانو کا تیر و کمان و عقرب سلیمانی شاہزادے کو اور روانہ ہونا شاہزادہ کا وہاں سے اور بیقرار ہونا جمیلہ بانو کا اس سے اور پہنچنا شاہزادہ کا میدان اصفہان اور شیر سے ملاقی ہونا

القصہ اندیشہ کرتا ہوا باغمیں چرا کرتا تھا جبکہ اسی طرح سے دس بارہ دن گذرے ایک روز پھرتے پھرتے گوشہ مین باغ کے پہونچا کہ دیوار وہانکی پست تھی خدا کو یاد کرایسی چوکڑی بھری کہ باغ سے باہر نکل آیا اور دل میں کہا کہ اب جو ہونی ہو سو ہو پھر خیال کیا تو دیکھا کہ وہی باغ ہے جس میں رہتا تھا تب سوچا کہ شاید یہ طلسم اور جادو کا تماشا ہے غرض سات بار اسی طرح سے باہر نکلا مگر بسبب جادو کے پھر آپکو اسی جگہ پایا آخر رفتہ رفتہ ایک روز ایک جگہ پہنچا کہ وہاں ایک جھروکا نظر آیا بہزار محنت اور تردد اس سے باہر نکلا تب اور ایک باغ نظر آیا کہ اسکی خوشبو سے دماغ معطر ہوگیا سیر کرتا ہوا دیکھتا پھرتا تھا کہ اسی عرصہ میں ایک مکان عالیشان نظر آیا کہ جس میں ہزار دریچہ اور دروازے سب کے سب بند تھے ہر ایک کھڑکی اسکی صفائی سینہ پری رخونکی طرح دلکشا اور ہر ایک کیاری رنگا رنگی نکہت انگیز اور جانفزا۔ غرض ایسا باغ کہ گلستان ارم سے بھی لطافت

میں دونا بلکہ باغ جنان اسکی روشن کا نمونہ تھا شاہزادہ متوجہ قصر کا ہوا اور کہنے لگا کہ دیکھنا چاہیئے کہ یہاں پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یہی خیال کرتا تھا کہ ناگاہ ایک جھروکا اس مکان کا کھلا دیکھا اور ہر ایک پری چہرہ نازنین کہ رخسار اسکے مانند لالہ احمر کے رنگین اور چشم مردم فریب اسکی غیرت آہو چین اور زلف عنبر فام اسکی سنبل گلستان جمال اور جعد مسلسل دل آشفتگان محبت کے جی کا جنجال ایک تخت مرصع زرنگار پر بیٹھی سر نکالے تک رہی ہے نظر پڑی اسکے جمال کی روشنی سے سارا باغ منور ہے اور اسکے بدن کی خوشبو سے دماغ روحانیاں معطر ناگاہ اس غزال صحرائی خوبی کی آس آوارہ دشت غربت و مصیبت پر پڑی تب شاہزادہ نے دل میں کہا کہ الٰہی یہ بھی کوئی بلا ہے سک زر دیر اور شغال نہ ہو کہ اس جگہ مسکن اپنا بنایا ہے لیکن بظاہر فریفتہ اس کے جمال کا ہو کر تک رہا تھا کہ یک بیک آنکھ اس نازنین کی شاہزادے سے لڑی دیکھا کہ ہرن خوبصورت اور شاخیں اسکے سر کی مرصع ہیں اس حال کے مشاہدہ سے متعجب ہوئی اور دل میں سوچی کہ یہ ہرن کسی کا پروردہ ہے اور کس طرح محلسرا پاکر دوڑ آیا ہے۔ اس گلبدن کو اس ہرن کے گرفتار کرنیکا شوق بدرجہ کمال دامنگیر ہوا تب دائی سے بولی کہ اس ہرن کو کسی طرح سے گرفتار کر اور جو کوئی اسکو پکڑیگا اسکے انعام میں موتی کی مالا جو میرے گلے میں ہے دونگی تب دایہ جادو پیشہ نے تھوڑی سی گھاس ہاتھ میں لیکر اور اس پر کچھ پڑھ دوسرے دیکھانا شروع کیا شاہزادہ کو تو اپنی گرفتاری پہلے ہی سے منظور تھی۔ کہ کسیطرح اس حالت سے صورت اصلی پر آوے اور خدا کی مدد سے اس بلا سے نجات پاوے اسواسطے گھاس کو دیکھکر بھوکے جانور کی طرح نزدیک آنے لگا دائی نے جب دیکھا کہ یہ ہرن بہت شوخ ہے کھانیکے لالچ سے میرے نزدیک آتا ہے تب آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی ہوئی اور بھی نزدیک آئی اور ریشمی ڈور جو اسکی گردن میں پڑی ہوئی تھی پکڑ لی جبکہ اس نازنین نے دیکھا قصر سے نیچے اتر کر اسکے دیکھنے میں مشغول ہوئی اور طوق مرصع اور جادو کی رسن اسکی گردن میں دیکھکر سمجھے کہ یہ ہرن پروردہ کسی امیرزادہ کا ہے اسکے ہاتھ سے چھوٹکر بھاگ آیا ہے غرض وہ لڑائی کہ جمیلہ بانو نام رکھتی تھی ہرن کو پکڑ لیا اور اپنے قصر میں لائی اور اپنے بیٹھنے کی جگہ باندھا یہ ازبسکہ بھوکا تھا خوب آسودہ ہوکر کھایا اور پانی پیکر سیر ہوا پھر جمیلہ بانو کے پہلو میں سر رکھکر آرام کرنے لگا اور خاتون بھی اسکی ڈھیٹھ پن سے بہت خوش ہوئی اور آہستہ آہستہ دست نازک اپنا اسپر پھیرنے لگی اور دایہ سے بولی کہ ایک رسن زربفت کا تیار کرکے حاضر کر بموجب حکم کے دایہ ایک ڈور زربفت کی لے آئی بانو نے اس کے ہرن کو اپنے تخت کے پایہ سے اس انداز سے باندھا کہ تخت پر بیٹھنے سے وہ ہرن ہم آغوش رہے اس اثنا میں یکبارگی اس ہرن کی آنکھ سے اشک جاری ہوئی جب دائی نے دیکھا کہ ہرن زار زار روتا ہے تب خاتون سے بولی کہ آپکا ہرن آنکھوں سے دانہ اشک گراتا ہے اے بانو بڑی اچنبے

کی بات ہے کہ حیوان اس طرح سے روئے اس حکایت تازہ کے سننے سے جمیلہ بانو متعجب ہوئی اور جلدی سے ہرن کے پاس آئی ہرن نے بھی خاتون کو دیکھکر اپنے سر کو اسکے پاؤں پر ڈال دیا اور بے اختیار رونے لگا خاتون اسکے بدن پر ہاتھ پھیر کر بہت سی تسلی دینے لگی اور کہنے لگی اے پیارے کس واسطے روتا ہے میں تجھ کو جان سے عزیز سمجھتی ہوں وہ ہرن اور بھی زیادہ رونے لگا اور سر کو پاؤں پر خاتون کے ملنے لگا تب خاتون نے اپنی فراست سے دریافت کیا کہ یہ کام بوالطیفہ بانو کا ہے کہ انسان کو حیوان بناکر گرفتار کر رکھتی ہے تب ہرن سے کہا تو خاطر جمع رکھ تجھکو ابھی اصلی صورت پر لاتی ہوں یہ کہکر دائی سے بولی کہ معجون کا ایک ڈبہ مرصع جو اس طاق پر دھرا ہے لے آ بموجب حکم کے دایہ نے ڈبہ مرصع لاکر حاضر کیا تب جمیلہ بانو نے غسل کرکے کپڑے پاکیزہ پہنکر اور اس ہرن کو بھی نہلا دھلاکر تھوڑی معجون اس ڈبہ سے نکالکر کھلا دی کھلاتے ہی وہ ہرن بیہوش ہوگیا تب جمیلہ بانو نے ایک چھڑی صندل کے تلے سے نکالکر افسوں پڑھکر اس کے مونڈھے پر لگائی کہ ہرن یکبارگی چرخ کھاکر زمین پر گرا اور لوٹ پوٹ کر صورت اصلی انسانی پر آیا اور وہ رسن و رومال جواہر نگار وغیرہ جو شاخوں میں تھا سر سے جدا ہوگیا تب شہزادہ درگاہ میں اس حکیم مطلق کے ہزار ہزار سجدے شکر کے بجالایا اور بولا کہ اے خاتون تو نے مجھکو پنجۂ بلا سے نجات دی اور زندگی دوبارہ بخشی ایسی زبان کہاں سے لاؤں کہ شکر تمہارے احسان کا بجالاؤں بال بال میرا آپ کے لطف و کرم کا ثنا خواں ہے تب جمیلہ بانو نے شاہزادہ کو لباس شاہانہ پہنایا اسوقت حسن شاہزادہ کا ایسا چمکا کہ گویا چاند زمین پر اتر آیا تن کی صفائی پیراہن سے نمودار تھی اور سفیدۂ صبح چاک گریبان سے آشکار تب تو جمیلہ بانو اور بھی فریفتہ ہوکر پرسان حال ہوئی اور بولی کہ اے سرو روان بوستان خوبی دائے نونہال گلستان محبوبی سچ بتلایئے کہ آپکا آنا کہاں سے ہوا ہے اور آپ کون ہیں اور آپکا کیا نام ہے اور کس واسطے اس طرف تشریف لائے ہیں اور لطیفہ بانو کے دام میں کیونکر گرفتار ہوئے۔ تب شاہزادہ نے اپنی سرگذشت اول سے آخر تک کہہ سنائی جمیلہ بانو سنتے ہی اس ماجرائے عجیب و غریب کے بولی کہ اے روح بخش قالب و ہیجان مجھ بیقرار سے سن کہ ابھی چوتھائی راہ شہر واقاف کی طے نہیں ہوئی کہ محنت اور حیرانی و سرگردانی تو نے اٹھائی ابھی بہت سی راہیں خطرناک درپیش ہیں اسواسطے لازم ہے کہ اس اندیشہ محال اور خیال باطل کو بازرہ اور ناحق باوصف اس جوانی کے دیووں کے ہاتھ سے اپنی جان عزیز کو ہلاک مت کر میری بات کو مان کہ مفت مارا جانا مصلحت سے بغیر ہے اب غریب خانہ کو اپنا محل مبارک سمجھکر یہیں رہ اور جام حیات کو بادہ عیش و عشرت سے لبریز کرکے میں جان و دل تیری خدمتگذاری میں حاضر ہوں تیرے آرام کو

اپنی راحت پر مقدم جانونگی اور بہرصورت تیری تابعداری کرونگی تب شہزادے نے کہا کہ درست ہے آپکا حق احسان میری گردن پر اتنا ہے کہ اگر میرے بدن کی جلد سے جوتی بناکر پہنیے تو بجا ہے کیونکہ آپنے اس جادوگری کے ہاتھ سے نجات دیکر دوبارہ لباس انسانی مجھکو پہنایا مگر میں امید رکھتا ہوں کہ چند روز کے لئے رخصت فرمایئے اور حصول مطلب شہر واقاف سے پھر کر خدمتمیں حاضر ہونگا ازبسکہ آپکی عنایت میری حال زار پر مبذول ہے جو فرمایئے گا مجھے سب قبول ہے اب وہاں پہنچنے کی ترکیب جو تم سے ہوسکے کریں انشاء اللہ تعالیٰ اگر جیتا پھرونگا پھر قدم دیکھونگا اور تمہارے ساتھ ازدواج بجالاؤنگا اور اپنے ملک میں لیجاؤنگا اور مہرانگیز سے اپنے بھائیونکا انتقام لیکر باقی عمر عیش وعشرت میں تمہارے ساتھ کاٹونگا جمیلہ بانو نے جب دیکھا کہ شہزادہ کسیطرح نہیں مانتا اور اپنی ہٹ سے باز نہیں آتا تب ناچار شہزادہ کو اجازت دی اور بولی کہ تیر وکمان صالح پیغمبر کی اور ایک تیغ کہ جسکو عقرب سلیمانی کہتے ہیں کہ بادشاہ کو بھی میسر نہیں اور اسکا وصف یہ ہے کہ اگر کوہ پر بھی مارے جیسے صابون سے تار گذرتا ہے پار ہو جاوے اور ایک خنجر طلسمی کہ اسے حکیمونے بڑی تدبیروں سے بنایا ہے اور خاصیت اسکی یہ ہے کہ وہ جسکے پاس ہو اگر کوئی اسپر ہزار من کا بوجھ ڈالدے تو پشہ کا بھی معلوم ہو اور اگر کوئی اسپر حربہ چلائے تو بدن پر مطلق اثر نہ ہو اور قیمت اسکی پایان نہیں رکھتی تین چیزیں میں تمہارے ہاتھ میں انکو بحفاظت تمام اپنے پاس رکھنا کہ سفر میں تمہارے بہت کام آوینگی اور یہانسے جس منزل میں کہ تم پہونچوگے وہانسے بغیر مدد سیمرغ کی اس ملک میں پہنچنا ممکن نہیں ہے کسواسطے کہ درمیان راہ واقاف کے سات دریا ہیں اگر تمام بادشاہ روئے زمین کے اکٹھے ہوں تو بھی ہزار سال تک ایک دریا سے عبور نکرسکیں شہزادے نے پوچھا کہ اے خاتون مقام سیمرغ کا کہاں ہے اور میں کیونکر وہاں پہونچونگا جمیلہ بانو بولی کہ اے جان زندگانی تو کچھ اندیشہ نکر میں سب مقام کا پتہ اور ٹھکانہ بتادیتی ہوں خدا کے فضل سے تو جلد منزل مقصود پر پہونچیگا یہ کہکر صندوقی کھول عقرب سلیمانی اور تیر وکمان شاہزادے کے آگے لاحاضر کیا اور بولی کہ اب در امتوجہ ہو اور کان لگاکر سن کہ ایک منزل پر یہانسے ایک مکان ہے کہ اس کو صفحہ زمین کہتے ہیں کہ وہاں تجھکو ایک مکان ملیگا تو اسی جگہ منزل کرنا وہاں شب کو بہت جانور آتے ہیں انمیں سے دو ایک جانور شکار کرکے اپنے پاس رکھنا جب ایک شیر قوی ہیکل کہ قد اسکا اسی ہاتھ ہے اور وہ تمام شیروں کا اور اس جنگل کا بادشاہ ہے جب وہ آویگا تو بیخوف ہوکر دلیرانہ اسکے نزدیک جاکر باادب سلام کرکے ایک رمال کہ میں تجھکو دیتی ہوں اس سے اسکا تمام وجود پاک وصاف کرکے وہ شکار کہ جو موجود ہوگا اسکے آگے رکھکر دست بستہ کھڑا رہیو جبکہ شیر کھانے میں متوجہ ہو تب تو سر نیچے کر دوزانو بیٹھکے چھری سے اسکو پارہ پارہ کر دیجیو جبکہ وہ کھانے

سے فراغت کرے پھر اسکی دہشت سے اور کوئی جانور تجھکو نہ ستائیگا باقی شب خوشی وخرمی گذرے گی اسی طرح تمام راہ شیر وں کی خدمت کرتا چلا جائیو دو تین منزل کے بعد پھر وہاں تجھکو دو راہہ ملیگا خبردار بائیں راستے نہ جانا دست راست کا راستہ لینا آگے ایک قلعہ زنگیوں کا کہ نام اسکا خامشہ ہے اور چالیس خونخوار حبشی کہ ہر ایک انمیں سے پانچہزار زنگی کا سردار ہے اس کے دروازہ کی نگہبانی میں رہتے ہیں اور وہ قلعہ زنگیاں مشہور ہے سردار وہانکا طرم طاق نام رکھتا ہے اگرچہ وہ بڑا خونخوار ہے مگر اس رومال اور شیر کی برکت سے وہ بھی تجھپر مہربان رہیگا بہت الفت محبت کریگا ایکدو دن رہکر آگے جائیو پھر اس منزل کے آگے سیمرغ کے مکان میں پہونچیگا خدا چاہے تو وہ بھی ان چیزوں کی برکت سے تیری فرمانبرداری کریگا بلکہ اسکے وسیلہ سے تو ملک اقاف میں پہونچیگا لیکن خبردار ہمارے کہنے سے ہر بہو تفاوت نہ کیجیو الغرض جبکہ جمیلہ بانو نے سب طرح سے سمجھایا اور سب رائیں بتا کر آگاہ کیا تب ایک گھوڑا پیروں اسکی سواری کیلئے اصطبل سے منگوایا شہزادہ سوار ہوکر وہانسے ملک اقاف کو روانہ ہوا جمیلہ بانو فراق سے بیقرار ہوکر شاہزادہ کے پیچھے چلی جبکہ شہزادہ تین کوس راہ طے کر چکا پھر ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ جمیلہ بانو بے اختیار ساتھ چلی آتی ہے ناچار اسی جگہ خاتون کیخاطر سے منزل کرا سباب عیش ونشاط کا موجود کر تمام رات بادہ پیمائی میں بعیش وعشرت جمیلہ بانو کے ساتھ کاٹی اور بہت تسلی دی جبکہ صبح ہوئی خاتون کو مکان کی طرف روانہ کرکے آپ منزل کی راہ لی تب جمیلہ بانو شہزادہ کے فراق سے یہانتک بیقرار ہوئی کہ سیماب اسکے اضطراب کو دیکھکر آب آب ہوا اور برق بیتاب **ابیات** یہانتک وہ روئی غم یار سے ۔ کہ دریا بہا چشم خونبار سے
غم ہجر سے یہ ہوا اسکا حال ۔ کہ تھی زندگی اس کے دلپر وبال ۔ ہوا خواب وخور اس کے اوپر حرام ۔ نہ تھا رات دن چین اسکو مدام ۔ وہ صورت جو تھی گل سی مرجھا گئی ۔ جدائی تمامہ یہ دکھلا گئی ۔ نہ ہنسنا کسی سے نہ کچھ بولنا ۔ سدا باب اندوہ کو کھولنا ۔ اگر شام کھانا سحر کچھ نہیں ۔ تن اپنے کی اسکو خبر کچھ نہیں ۔ جگر سے سدا آہ اسکے اٹھے ۔ کہے تو ہوائی سی منہ پر چھٹے ۔ ذرا نام طاقت نہ تن میں رہا ۔ فقط جی کا دھوکا بدن میں رہا ۔ ادھر تو جمیلہ بانو شہزادہ کی جدائی سے اس حال تباہ کو پہنچی اور ادھر شاہزادہ منزل بمنزل راہ طے کرتا ہوا صفحہ زمین پر پہنچا وہاں وہ رات ملاقات جمیلہ بانو کا کہنا شہزادہ کو یاد آیا اور وہیں مقام کر دام پھیلائے منتظر شکار کا تھا کہ اتنے میں جب ایک پہر رات گذری طرح طرح کے جانور وہاں آئے شاہزادہ نے کئی ایک جانور وں کا شکار کر لیتے بس رہ چھوڑا دوپہر کیوقت سب جانور اس جنگل سے نکل گئے اور ایک شیر جسکا قد اسی گز تھا آپہونچا نہایت خوش صورت کہ کسی نے اپنے عمر میں نہ دیکھا ہوگا تب شہزادہ نے دلیرانہ اسکے نزدیک جاکر سلام کیا اور آداب بجالا کر دعا دی شیر بھی شاہزادہ کے نزدیک آیا شاہزادہ نے فوراً

اُسی رومال سے کہ جو خاتون نے دیا تھا منہ ہاتھ شیر کا جنگل کے گرد وغبار سے پاک صاف کر دیا اور وہ شکار جو کہ موجود رکھتا تھا چھری سے ٹکڑے کر کے شیر کے آگے رکھتا گیا شیر کھانے میں مشغول ہوا اور ہمراہ اُسکے جو شیر تھے سب چار طرف حلقہ باندھکر بیٹھے اور شہزادہ دست بستہ کھڑا ہو گیا جبکہ شیر نے کھانے سے فراغت پائی تب گوشت بچا ہوا اور رونے نوش جان کیا شاہزادہ نے رومال سے منہ شیر کا صاف کر دیا تب شیر نے شاہزادے کو کنار میں لیکر بہت سی تسلی دی اور کہا کہ اب تم بیخوف یہاں رہو اور ایک شیر کو شہزادہ کی چوکی کے لئے مقرر کر کے چلا گیا غرض تمام شب آرام سے گذری صبح کو اس شیر نے بھی جنگل کی راہ لی ٭

چھٹی داستان پہنچنا شاہزادہ کا قلعہ زنگبار کے اور جنگ کرنا زنگیوں سے اور مارا جانا طرم اق بادشاہ کا شاہزادہ کے ہاتھ سے اور اُسکی بیٹی سے نکاح کر کے روانہ ہونا شہر واقاف کو

القصہ شاہزادہ شکر جناب الٰہی میں بجالا کر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا جبکہ نزدیک دور اندیش پہنچا غور کرنے لگا اب کس راہ سے جانا مناسب ہے راہ چپ میں مخاطرہ بہت ہے کہ راہ راست سے جاؤں یہ بات ٹھانکر خدا کو یاد کر کے آگے چلا جبکہ وہ تین منزلیں طے کر چکا تب ایک قلعہ رفیع الشان کہ جسکے برجوں پر توپیں چڑھی ہوئیں اور جنگی سامان طرح طرح کا دیوار و پر موجود تھا نظر آیا چاہا کہ وہاں سے پھرے لیکن جوانمردی سے بعید جانا کہا جو ہونی ہو سو ہو غرضیکہ رفتہ رفتہ اس قلعہ کے دروازہ تک جا پہونچا عجب قلعہ نظر آیا

کہ بادشاہان روئے زمین نے کبھی خواب وخیال میں نہ دیکھا تھا رفعت میں آسمان کا ہمسر اور عظمت میں کوہ کی برابر اس کے
قریب ایک درخت عظیم الشان نہایت سایہ دار تھا شاہزادہ اسی درخت کے نیچے گھوڑے کو باندھ کر اور آپ
زین پوش بچھا کر تفریح طبع کیلئے بیٹھکر قلعہ کی جانب کو دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ قلعہ سے کئی زنگی نمودار ہوئے اور شاہزادہ
کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور آپسمیں چرچا کرنے لگے کہ آج مدت کے بعد یہ آدم زاد یہاں آیا ہے ہمارے بادشاہ
طرم طاق کو گوشت آدمی کا بہت مرغوب ہے چاہیئے کہ اس جوانکو پکڑ کر اسکے پاس لیجائیں یہ مصلحت کر کے
دس بارہ زنگی شاہزادے کے نزدیک آکر اسکے پکڑنیکا ارادہ کرنے لگے تب شاہزادہ نے زنگیوں سے کہا کہ تم مجھے
کسلئے پکڑتے ہو زنگیونے کہا کہ تجھے اپنے بادشاہ کے پاس لیجائینگے کہ وہ گوشت آدمی کا بڑی رغبت سے
کھاتا ہے اس خدمت کے عوض میں وہ ہمکو انعام دیگا جب شاہزادہ نے زنگیو سے یہ سُنا اور نوبت بجان دیکھی
تب فوراً عقرب سلیمانی اپنی کمر سے کھینچکر زنگیوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور دم بھر میں ایک ایک
کو دشت عدم روانہ کیا اسیطرح جب بہت سے زنگی واصل جہنم ہوئے تب یہ خبر طرم طاق کو پہنچی اس نے
چلماق نام ایک زنگی کو کہ اُسکے لشکر کا سپہ سالار اور بڑا نامی زور آور تھا شاہزادے کی گرفتاری کیواسطے
متعین کیا چلماق ہر چہار طرف سے زنگیوں کا لشکر ساتھ لئے مانند ہجوم زنبور کی سر پر شاہزادے کے ملک الموت
کیطرح آپہنچا شاہزادے نے دیکھکر کہا کہ خدا خیر کرے یہ کالی بلا کہاں سے آئی کہ اسی عرصہ میں چلماق نے شاہزادے کے
نزدیک آکر کہا کہ اے بدمغز تیرا کیا مقدور ہے کہ قدم اس سرزمین رکھے اور اتنے زنگیونکو برباد کرے
جب شاہزادہ نے یہ کلام سخت چلماق سے سنی تب غصہ سے عقرب سلیمانی کو کمر سے کھینچ نزدیک اُسکے آیا
اس زنگی دیوسیرت نے جلدی سے ایک گرز گھما کر شاہزادے کے سر پر چلایا کہ جسکی دھمک سے زمین کانپنے لگی
اور ہاتھ بڑھا کر شہزادے کو بغل میں دبالیا اور چاہا کہ اسکے پکڑ کر طرم طاق کے پاس لیجاوے تب شاہزادے
کمر سے خنجر طیموسی نکالکر بغل سے چلماق کی ناف پر ایسا مارا کہ پیٹ اسکا کھل گیا اور زمین پر گر پڑا جبکہ یہ
خبر طرم طاق کو پہنچی تب غصہ سے بہت فوج زنگیونکی ہمراہ لیکر آپہونچا اور بہت سے زنگیونکا سر کٹا ہوا دیکھکر
نہایت جھنجھلایا اور ارادہ کیا کہ شاہزادہ کو پکڑ کر قلعہ میں لیجاوے شاہزادہ زنگیونکے جنگ سے حیران تھا اور بعد
مارے جانے کے ایک سے دس پیدا ہوتے تھے نہایت عاجز ہو گیا تھا اسوقت اس سے کچھ بن نہ پڑا اس
اثنا میں وہ شیر غیب دان کہ جسکی خدمت شاہزادہ نے کی تھی یکایک جنگل سے نکل کر ہزاروں شیر ہمراہ لیکر زنگی کی
طرف آیا جبکہ زنگی نے لشکر کا حال دیکھا تب دلمیں اپنے کہا کہ یہ آدم زاد نہیں ہے بلکہ کوئی بلا ہے کہ قہر الٰہی مجھ
پر نازل ہوا ہے یہ کہکر چاہا کہ قلعہ کے اندر گھسے شاہزادہ نے رستم کی مانند گھیرے زنگیونکے نکلکر ضرب شمشیر
سے تمام زنگیونکو خاک وخون میں گرایا اور انکے خون سے میدان میں سیلاب بہایا ناگاہ نظر شہزادے کی طرم طاق

پر پڑی کہ بڑا ہی قوی ہیکل تھا قد اس کا ستون کی مانند بلند تھا اور ایک گرز فولادی کاندھے پر لئے اور کئی پتھر ہاتھ میں اٹھائے قلعہ کے اندر جاتا تھا تب دل میں کہا کہ خدا حافظ یہ بڑا موذی ہے۔ فور اشہزادہ نے دوڑ کے کہا خبردار کہاں جاتا ہے ذرا کھڑا رہ جبکہ شاہزادہ کی للکار زنگی نے سُنی کہا کہ اے آدمزاد خوش آمدی ایک ہی ضرب عمود سے تیری ہڈیاں نرم اور دم بھر میں تیری پسلیاں چکنا چور کر ڈالتا ہوں یہ کہکر پھر اہرچند خوف اُسپر غالب تھا پھر بھی حملہ کیا اور گرز کو گھما کر شاہزادہ پر مارا شاہزادہ نے گھوڑے کو اسطرف ہٹا دیا کہ گرز کی ہوا ابھی اس کے بدن کو نہ لگی اور مطلق ضرب اسپر نہ پہنچی اور گرز اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور زمین پر گر پڑا طرم طاق نے معلوم کیا کہ آدم زاد گرز کی ضرب سے بیوند زمین ہو گیا ہوگا اس لئے اس کی تلاش میں زمین کھودنے لگا اور کہتا تھا کہ ای آدمزاد کہاں ہے۔ اور کیا خیال رکھتا ہے اس عرصہ میں شہزادہ دوسری طرف سے کاوا دیکر اسکے سامنے آیا طرم طاق نے کہا کہ شاہزادہ تو زندہ ہے اور پوچھا کہ زخم جانستان سے تو کیونکر جانبر ہوا۔ اگر کوہ بھی ہوتا تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا شہزادہ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے تیری ضرب سے بچایا یہ سنکر اُسنے چاہا کہ پھر گرز اٹھاوے تو شاہزادے نے فرصت پاکر عقرب سلیمانی کو نکال اس بلائے سیاہ کے سر پر ایسا مارا کہ دفعتاً جہنم میں پہونچا **ابیات** لڑا اسطرح سے وہ میدان میں ٭ کہ بہنے لگا خون بیابان میں ٭ زمیں خون زنگی سے تھی لالہ زار ٭ دم تیغ تھا جیسے صبا لونمیں تار ٭ جہاں جس کی گردن پہ خنجر دھرا ٭ وہاں خوں کا فوارہ اس سے بہا ٭ لگائی جسے تیغ خارا شگاف ٭ ہوئی پار بس اسکے سینہ سے صاف ٭ غرض شیرونکا بادشاہ جو مدد کو آیا تھا شاہزادے کی جوانمردی دیکھکر بہت تحسین و آفرین کرنے لگا اور شہزادہ نے پھر اسی رومال سے شیر کا منہ اور بدن صاف کر دیا شیر شاہزادہ کو ہمراہ لیکر قلعہ کے اندر گیا وہاں ایک باغ پاکیزہ کہ باغ فردوس سے بھی زیادہ سبز و خرم تھا دیکھا القصہ شاہزادہ کی طبیعت اس باغ کے دیکھنے سے نہایت خوش ہوئی طرم طاق کی لڑکی کہ ملاحت جسکے چہرہ کی نمک پاش زخم جگر عشاق تھی وہاں نظر پڑی شاہزادہ کو ہمراہ شیر کے دیکھکر اٹھ کھڑی ہوئی تعظیم کر کے قدمبوس ہوئی اور تخت پر بٹھایا اسباب کھانے پینے کا حاضر کیا بعد ازاں اس جیشہ نے شاہزادہ سے کلمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سیکھا اور دین اسلام قبول کیا پھر بولی کہ اے شاہزادے میں آج سے تیری پرستاری میں حاضر ہوں ہرگز تجھ سے جدا نہ ہونگی اب جہاں تو جاویگا وہاں تیرے ساتھ چلونگی تب شاہزادے نے کہا کہ مایۂ زندگانی میں ایک مہم عظیم درپیش رکھتا ہوں جب شہر واقاف سے پھرونگا تب تجھکو ہمراہ اپنے شہر میں لے جاؤں گا میرے پھر آنے تک تو اپنی سلطنت پر قائم رہ اور ملک کی خبرداری میں مصروف رہ اور اسکی حفاظت

کے لئے ایک شیر کی اجازت واسطے حفاظت اس شہزادی کے شیروں کے بادشاہ سے مدد چاہی شیر نے قبول کیا تب شاہزادہ نے ایک گھوڑا زنگی کے طویلہ سے پسند کرکے اُسپر سوار ہوا اور وہاں سے روانہ ہوا۔

ساتویں داستان پہنچنے میں شاہزادے کے سیمرغ کے مکان اور رہا رلجانا اژدہے خونخوار کا ہاتھ سے شہزادے کے اور بچانا سیمرغ کے بچونکو اژدہے سے اور سیمرغ کی امداد سے ملک واقاف میں پہنچنا۔

غرض دو تین مہینے کی راہ طے کرچکا تھا کہ ایک میدان باغ بہشت سا نظر آیا کہ طرح طرح کے گل اس میں کھلے ہوئے ہوائے گل سے مشام معطر اور نسیم مشک بیز سے دماغ معنبر سبزہ لہلہایا ہوا لالہ ڈھٹ ھایا ہوا قمری کی آواز موزوں سے درخت سرو بختیں کیلئے جنبش میں تھا اور بلبلونکی درسنجی سے غنچہ گل کیساتھ تویزش میں نہریں دھانکی زلال کوثر کا نشان اور اُسکے چشمونسے آب مصفا روان شاہزادہ اس صحرائے پرفضا کی دیکھنے سے متعجب ہوکر ایک درخت کے نیچے کہ بہت بلند تھا بیٹھا اس درخت میں رنگارنگ کے پھول اور پھل لگے ہوئے تھے اور ایک حوض سنگ مرمر کا بہت لطافت سے بنا ہوا دیکھا پانی اسکا ایک طرف سے

اگر دوسری طرف سے نکل جاتا تھا شاہزادہ کو مشاہدہ سے ان چیزوں کے یاد آیا کہ جمیلہ یا نوے جو شان سیمرغ کے مکان کا بتایا تھا شاید یہی ہوگا تب گھوڑے سے اُتر کر اُسے چرائی کیلئے چھوڑ دیا اور آپ حوض میں اُتر کر غسل کر کے اسباب کھانیکا موجود جو تھا نوش جان فرمایا اور اس درخت کے سایہ میں آسودگی تمام آرام فرمایا اور ماندگی کے سبب سے غافل ہو گیا ناگاہ گھوڑا شاہزادہ کا بنہنایا اور شور کرتا ہوا دہشت ناک شاہزادہ کی بالیں پر آیا اور ٹاپیں مارنے لگا اسکی آواز سے یکایک شہزادہ کی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ ایک اژدہا پہاڑ کی مانند سر اٹھائے ہوئے اور شکم کو زمین پر ملتا ہوا چلا آتا ہے بڑے بڑے پتھر جو اُسکی نیچے آجاتے ہیں پسکر سرمہ ہو جاتے ہیں تب ہیبت ناک ہو کر اسحاق پیغمبر کی کمان جو اُسکے پاس تھی قریب سے نکالکر اور زہ کش سے ایک تیر لیکر اور چلہ پر چڑھا کر گھات میں بیٹھ رہا جبکہ اژدہا پھن پھیلائے ہوئے نزدیک درخت کے آپہونچا اور چاہا کہ اس درخت پر جاوے شہزادہ نے نشانہ کر کے ایسا تیر کاری لگایا کہ ایک ہی تیر سے کپہ اسکا فرج ہو گیا تب غصہ سے اپنے سر کو زمین پر پٹکنے لگا بعد ایک ساعت کے شعلہ آتش اُسکے منہ سے نکلا کہ جسکی روشنی سے سارا میدان روشن ہو گیا اور اسی حالت غصہ میں شہزادہ کی طرف متوجہ ہو کر چاہا کہ اپنے دم کیساتھ شاہزادہ کو بھی کھینچ لے مگر شاہزادہ نے آپکو اسکے دم کے حصار سے الگ نکالا اور جو الماس دی سے اور ایک تیر اُسکے گلے پر مارا مگر وہ تیر کاری نہ لگا تب شمشیر نکالکر اللہ اکبر پڑھکر ایک ہی ضرب میں اس موذی کا کام تمام کیا شاہزادہ زہر کی حرارت سے بیہوش ہو گیا بعد دو چار ساعت کے ہوش میں آکر اپنا تمام بدن خون سے آلودہ دیکھکر سجدات شکر بروردگار کی درگاہ میں بجا لایا اور حوض میں اُتر کر غسل کیا سارا بدن خون سے صاف کر کے کچھ ناشتہ کھا لب حوض پر جا بیٹھا اور دیکھا کہ اسی درخت میں سیمرغ کا آشیانہ ہے اُسکے بچے گھونسلے سے سر نکالکر اژدہے کی لڑائی دیکھ چکے تھے پر بھوک کے مارے بلبلاتے اور شور مچاتے تھے شاہزادہ نے اُسی گوشت کو ریزہ ریزہ کر کے تمام ان بچوں کو کھلا دیا بچے گوشت کھا کر آسودہ ہو کر سو گئے اور شاہزادہ بھی ماندگی کے سبب جان کندنے پر غافل ہو کر سو گیا اسی عرصہ میں وہ جوڑا سیمرغ کا جو کھانیکی تلاش کو گیا تھا آپہونچا لیکن بچوں کی آواز نہ پاکر نر سیمرغ نے سوچا کہ یہ جوان آدمی جو سویا ہے یہی ہمارے بچوں کو مار کر کھا گیا ہے اور اسی طرح سے ہمکو آکر ستاتا ہے آج اس کو ہلاک کرنا مناسب ہے یہ خیال کر کے کئی ہزار من کا پتھر پہاڑ سے جنگل میں اٹھا لایا اور چاہتا تھا کہ شہزادہ پر چھوڑ دے کہ سیمرغ کی مادہ بولی پہلے اپنے گھر میں بچوں کو دیکھ تو بعد اُسکے کسی کے مارنیکا قصد کر و کہ ایک بیگناہ کا خون کرنا قیامت میں گرفتار عذاب ہونا ہے یہ بات سیمرغ کو بہت پسند آئی اپنے گھونسلے میں جاکر دیکھا کہ بچے سب کے سب چین سے سوئے ہیں مگر سیمرغ کے جاتے ہی جاگ اٹھے اور تمام احوال اژدہے کی لڑائی کا شاہزادہ کیساتھ اور گوشت کھلانیکا بیان کر کے کہا زینہار آپ اس کو ہلاک نہ کیجیئے اس نے ہماری

جان بچائی ہے جب سیمرغ نے بچونکی زبانی شاہزادیکی مہربانی کی حقیقت سُنی اُسکی ہمت اور شجاعت پر ہزار آفرین وتحسین کرکے دل میں کہا کہ اس جوانمرد نے ہمپر بڑا احسان کیا ہے مناسب ہے کہ میں بھی اسکے عوض میں کچھ نیکی کروں یہ کہکر درخت سے نیچے اُتر شاہزادیکو نزدیک آیا اور اپنے پر وبنسے شاہزادہ پر سایہ کرکے بیٹھا رہا جبکہ شاہزادہ خواب سے بیدار ہوا تب نہایت شفقت سے استفسار حال کیا کہ تجھپر ایسی کونسی مہم پیش پڑی ہے کہ جسکے لیے تو یہاں آیا کہ جہاں انسان اور حیوانکی طاقت نہیں کہ گذر کرے لیکن تونے مجھپر بڑا احسان کیا ہے کہ میرے بچونکو ایسے دشمن خونخوار کے ہاتھ سے بچایا ہے اب تیرا کیا مطلب ہے بیانکر اسکے حاصل کرنے میں بھی کوشش کروں شاہزادے نے تمام سرگذشت اور اپنا مطلب سیمرغ سے تمہ حوالہ بیان کیا تب سیمرغ نے کہا اے شاہزادے لازم ہے کہ تو چند روز یہاں توقف کر اور اسباب سفر اور زاد راہ جو میں تجھے بتلا دوں موجود کرکے پھر کہیں چلنے کی تدبیر ہوگی شہزادے نے کہا کہ آپ جلد فرمایئے کہ میں تیاری کروں سیمرغ نے کہا اے جوان یہاں گورخر بہت ہیں تو انمیں سے دو چار کو شکار کرکے انکے گوشت کے کباب اور پوست کی مشک بنا کر پانی سے بھر کر ہمراہ رکھ لے جب کہ میں اپنے بازو پر تجھکو سوار کرکے عبور دریا کرونگا جسوقت کہ میں محنت سے بہت ناتوان ہو جاؤنگا اس وقت وہی کباب اور پانی مجھکو دیا کیجیو اسطرح سات دریا کے پار ہوکر شہر واقاف میں پہنچونگا شاہزادہ نے جلدی سے سیمرغ کے کہنے کے بموجب سات گورخر شکار کئے اور کئی مشکیں پانی سے بھریں اور زاد راہ تیار کرکے سیمرغ سے اظہار کیا تب سیمرغ نے کہا کہ تو مجھپر سوار ہو اور ایک دریا کے پار ہونیکے بعد اسیطرح کھانیکو دیجیو تب شاہزادہ وہ توشہ لیکر سیمرغ پر سوار ہوکر شہر واقاف کو روانہ ہوا جب ایک دریا سے گذر کر خشکی میں پہنچا تب سیمرغ کو وہی کباب کھلاتا اور پانی پلاتا غرض تھوڑے دنوں میں اسیطرح ساتوں دریا کے پار ہوکر شہر واقاف میں پہنچا تب سیمرغ شاہزادے سے بولا کہ اے شاہزادہ جو تونے مجھپر احسان کیا ہے تمام زندگی میں اسکا بدلا ادا نہ کرسکونگا اور میں نے تجھکو اپنا فرزند کہا ہے اسواسطے اتنی محنت اُٹھاکر یہانتک آیا یہانسے شہر واقاف کو رستہ جاتا ہے اب میں کہی پر اپنے بازو سے اکھاڑ کر تجھکو دیتا ہوں اپنے پاس رکھ جسوقت کوئی مشکل تجھپر پڑے یا کوئی سخت کام پیش آوے تب تو اسکو آگ پر رکھکر جلانا فوراً میں اپنی فوج سمیت حاضر ہونگا یہ کہکر ایکدانہ مروارید شہزادیکو دیکر سیمرغ

آٹھویں داستان پہنچنا شہزادہ کا شہر واقاف میں اور ملاقی ہونا فوج فال سے اور فائز ہونا صنوبر شاہ کی خدمت میں ذریعے اور اقرار کرنا صنوبر شاہ کا شہزادے سے اور تحقیق کرنا صنوبر شاہ سے ماجرا گل کا

القصہ شہزادہ نے شہر واقاف کا رستہ کرا جبکہ دو تین منزلیں راہ طے کرچکا تب دور سے ایک بڑا حصار نظر

آیا بعد تین روز کے اس قلعہ کے دروازہ پر پہنچا اور خدا کو یاد کر کے اسکے اندر جا کر اس شہر کے کوچہ و بازار میں سیر کرنے لگا اور اسکی آراستگی دیکھکر قیافہ سے معلوم ہوا کہ شہر واقاف کا قلعہ یہی ہے مگر یہ سوال مہر انگیز کا جو مانند الہام غیبی کے ہے۔ کس سے پوچھوں اور کشف اسرار کیونکر ہو اسی فکر میں تھا کہ یکایک ایک جوان سے کہ نام اسکا فرخ فال تھا ملاقات ہوئی شاہزادہ نے اس سے خوب لگاوٹ کی اور یہانتک دوستی بہم پہنچائی کہ اگر وہ ایک گھڑی شہزادہ کو نہ دیکھتا تو بیقرار ہو جاتا۔ الفقہ ایکدن شاہزادہ نے تقریباً پوچھا کہ اے یار گل با صنوبر چہ کرد۔ اگر اسکی حقیقت سے تو کچھ واقف ہے تو مجھسے بیان کر جوان اس بات کے سنتے ہی غصہ سے عرق عرق ہو گیا اور چشم غضب سے شاہزادہ پر نظر کر کے بولا کہ اگر تیرے ساتھ رابطہ دوستی نہ ہوتا تو ابھی تیرا تن سے جدا کر ڈالتا شاہزادہ نے اسبات کے سنتے سے نہایت غم کھایا اور دریافت فرمایا کہ یہہ جوان اس راز نہانی سے ضرور واقف ہے۔ تب شاہزادہ نے کہا کہ اے یار میری قتل سے تجھہ کو کیا فایدہ ہوگا اگر کچھ فایدہ ہو تو میں حاضر ہوں لیکن پہلے اس راز سے مجھکو واقف کر کہ جی میں ارمان نہ رہے اس جوان نے شاہزادہ کو مشتاق دیکھکر کہا کہ خیر کسیوقت کہونگا تب شہزادہ منتظر وقت کا رہا کہ دیکھئے کسوقت مجکو اس ماجرے سے واقف کرتا ہے کہ جی کو آرام آوے غرض ایکروز شاہزادہ کو نہایت آرزومند دیکھکر کہا کہ اے شاہزادے صنوبر اس شہر کا بادشاہ ہے۔ اور گل بادشاہ کی بیگم کا نام ہے۔ مجھکو اتنا ہی معلوم ہے لیکن با صنوبر چہ کرد اس سے کچھ مطلع نہیں ہوں اور بادشاہ نے تمام شہر میں حکم دیا ہے کہ جو کوئی مسافر گل کا نام اور ہماری حالت پوچھے فوراً اسکو قتل کر ڈالو میں نے بپاس محبت تجھکو چشم نمائی کی پر اس راز نہانی سے سوائے بادشاہ کے کوئی واقف نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تجھکو بادشاہ کے حضور میں لیجاتا ہوں۔ اسوقت یہ عقدہ مشکل بخوبی حل ہوگا غرض وہ جوان دانا کہ نزدیک بادشاہ کے قدر و منزلت رکھتا تھا ایکدن شاہزادہ کو اپنے ساتھ حضور میں بادشاہ کے لیگیا اور عرض کی کہ جہان پناہ یہ مرد مسافر راہ دور دراز سے آپ کی نیکنامی اور غریب پروری کا آوازہ سنکر پرورش کی امید سے حضور میں حاضر ہو کر امیدوار سرفرازی کا ہے بادشاہ نے اسکی صورت اور وجاہت کو دیکھکر بہت خوشی سے حاضر باشی کا حکم فرمایا تب شاہزادہ نے وہی دانۂ مروارید کا کہ سیمرغ نے دیا تھا بطریق نذر تسلیمات بجالاکر بادشاہ کو دیا بادشاہ ایسے درے بہا کے پانے سے کہ تمام بادشاہت جس کی قیمت تھی اور بڑے بڑے بادشاہوں کو میسر نہ تھا۔ بہت خوش ہو کر شاہزادے سے پوچھنے لگا کہ یہ دانۂ مروارید کا تو کہاں سے لایا ہے اسوقت شاہزادہ نے دروغ مصلحت آمیز کے سوائے اور کچھ چارہ نہ دیکھکر کہا کہ اے بادشاہ میں قوم کا تاجر ہوں اور سوداگری میرا پیشہ ہے بہت سے موتی اس قسم کے اپنے وطن سے لیکر حضور میں حاضر ہونیکا ارادہ کر کے چلا تھا راہ میں ایک قلعہ رنگیلا

ہے۔ نظر آیا جب میں اُسکے اندر گیا اُن کافروں نے میرا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور یہانتک ستم کیا کہ پانی پینے کیلئے ایک پیالہ بھی نہ چھوڑا مگر یہ موتی کہ فدوی حضور میں نذر لایا ہے بازو پر بندھا ہوا تھا اس سبب سے اُن کو نظر نہ آیا اور میرے پاس رہگیا تب صنوبر شاہ نے شاہزادہ کے حال پر اور نوازش فرمائی اور اسباب خورد و نوش کا موجود کیا اور سچم مہمانداری اور غریب نوازی کی جیسی کہ چاہیئے بجا لایا اور شاہزادہ کو اپنا دوست بنایا یہانتک کہ اگر ایک روز شاہزادہ کو نہ دیکھا بیقرار ہو جاتا اور بیچین رہتا القصہ ایکروز بادشاہ نے شاہزادہ سے پوچھا کہ اے دوست کہ جو آرزو تیری دلمیں ہے ظاہر کر کہ میں بجو بی انجام کروں گا تب شاہزادہ نے کہا کہ ایسا وقت پھر کب آویگا مناسب اور مصلحت یہ ہے کہ اپنے مطلب کو خلوت میں اظہار کروں تب شاہزادہ نے عرض کیا کہ جہاں پناہ اپنا احوال خلوت میں عرض کرونگا صنوبر شاہ اُسیوقت دربار عام سے اٹھکر خلوت خانہ میں تشریف فرما ہوئے اور شاہزادہ سے کہا اب اپنا احوال بیان کر تب شاہزادہ نے بیان کیا اگر میرا جان بخشی ہو تو فی الضمیر بیانکروں بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے تری جان بخشی کی تب شاہزادہ نے آداب بجالاکر یوں کہا کہ ایجان پناہ میں نے کسی کی زبانی سُنا ہے کہ گل باصنوبر چو کر داستی دن سے اس احوال کے دریافت کرنے کیلئے بہت سی خرابیاں اور مصیبتیں کھینچتا ہوا یہانتک آپہنچا ہوں اور شرف ملازمت سے بہرہ ور ہوا ہوں۔ اور حضور پر نور کے دیدار سے کامیاب ہوا آپ امیدوار ہوں اور اس کی حقیقت سے اس مسافر کو سرفراز فرمایئے صنوبر شاہ اس بات کے سنتے ہی پرکالہ آتش ہو گیا اور بولا کہ ابھی تیر اسر تن سے جدا کر ڈالتا مگر کیا کروں کہ پہلے حکم تیری جان بخشی کا دے چکا ہوں اس سبب سے مجبور ہوں پر تجکو مناسب ہے کہ ان خیال محال سے باز رہے کسواسطے کہ یہ راز قابل کہنے کے نہیں ہے شاہزادہ نے عرض کیا کہ اگر نوازش اور کرم بادشاہی خود مسافر پر مبذول ہے تو ارشاد کرنا اس حقیقت کا لازم ہے کسواسطے کہ خود جہاں پناہ حکم کر چکے ہیں کہ جو کچھ عرض کرنا ہے بادشاہ نامدار یہ مسافر سوائے اسکے اور کچھ مطلب اور مقصد نہیں رکھتا ہے شاہزادہ کے اس کلام سے بادشاہ عالیجاہ نے ناچار ہو کر سوا کیا کرنیکے اور کوئی چارہ نہ دیکھا اور خاموشی اختیار کی اتفاقاً ایکروز محفل جشن آراستہ ہوئی اور وہاں پر رجہ چاگانے بجانے کا در شغل ہے۔ ساقیان گل رخسار بلورین پیالوں میں نگارنگ کی شرابیں بھر کر محفل کے لوگوں کو پلانے لگے اور اس مجلس خوب شاد ہوئے اور مطربان دلنواز خوب خوب طرح سے نئی نئی طرح تانیں مارنے لگے ہو نغمے سنانے لگے بادشاہ شراب خوشگوار کے نشہ سے سرشار تھا کہ اسی حالت میں ایک شاہانہ پیالہ شاہزادہ کو دیا شاہزادہ آداب بجالایا اور دست مبارک سے پیالہ لیکر پینے لگا غرض اسیطرح بادہ پیمائی ہونے لگے نشہ میں خوب سرمست ہوئے شاہزادہ نے بجاب ہو کر ایک ستار اٹھا لیا اور تاروں کو ملا کر ایسی گتیں بجائیں کہ اہل محفل بے خود ہو گئے اور یہہ غزل پر درد اس طرح سے گائی کہ سننے والے دم بھر میں رک گئے غزل یہ ہے کہ میری

آنکھوں سے آنسو ٹپکا ۔ نشتر عشق لگا جس سے یہ لوہو ٹپکا ۔ صبحدم قطرۂ شبنم نہیں ٹپکے گل سے ۔ شرم سے تیرے عرق اے میرے گلرو ٹپکا ۔ شب وصل اسکی جو یاد آئی مجھے کل کی رات اشک حسرت کا مری مژگاں سے ہر سو ٹپکا تو نے بالوں کو جو پچوڑا جو نہانے کے وقت ۔ ابر نیساں کیطرح ہر چمن گیسو ٹپکا ۔ برہمن عشق بتا تیکی ہوئی لذت معلوم ۔ پکے چھوڑے کیطرح جب دل مضمون ٹپکا ۔ تب شاہزادہ کو نزدیک بلا کر شاہ نے فرمایا کہ تیرے گانے بجانے سے ہم بہت خوش ہوئے اب تجھکو جو کچھ درکار ہو طلب کر میں دیتا ہوں تب شاہزادہ نے کہا اے جہان پناہ سوائے اس سوال کے میرا اور کچھ مطلب نہیں ہے تب بادشاہ نے ناچار ہو کر فرمایا کہ اے مسافر تو پہلے میرے ساتھ یہ اقرار کر کہ جب احوال تمام و کمال تو سن چکے تو میں تیرا سر کاٹ ڈالوں ۔ شاہزادہ نے کہا کہ یہ بھی مجھکو بجان و دل قبول ہے ۔

نویں داستان بیان کرنا صنوبر شاہ کا گل کی ملاقات کا ماجرا اور دکھانا حال تباہ گل اور زنگی کا شہزادہ کو ۔

القصہ ایک روز صنوبر شاہ نے شاہزادہ سے کہا کہ اے عزیز کیوں عبث اپنی زندگی کو برباد کرتا ہے اب بھی واجب ہے کہ اس خیال فاسد سے باز رہ مگر شاہزادہ نے کسی طرح سے نہ مانا روایت کرنیوالے اخبار کے اور قصہ بیان کرنیوالے نے یوں بیان کیا ہے کہ شاہزادہ کیخاطر سے صنوبر شاہ نے نوکروں کو حکم دیا کہ وہ کتا جسکی گردن میں طوق مرصع پڑا ہے لاکر حاضر کرو کئی نوکر دوڑے جو ہمیشہ اس کتے کی خدمت میں حاضر رہتے تھے بڑے تکلف سے لے آئے اور ایک میز زربفت کی اس کیلئے بچھائی گئی پھر کئی لونڈیاں بھی آکر حاضر ہوئیں اور ایک عورت خوبصورت نازک بدن دست و پا بستہ باطوق و زنجیر مقید کہ بارہ زنگیوں کے پہرہ میں تھی اسکو بھی حضور میں لے آئے اور ایک طشت نہایت مکروہ کہ جس میں ایک زنگی کا سر دھرا تھا خدمتگاروں نے اس عورت کے سامنے لاکر رکھا کہ جس کے دیکھنے سے جان قالب سے مفارقت کرتی تھی پھر بادشاہ نے خاصہ لانیکا حکم کیا بکاول داروغہ بادشاہی کا انواع و اقسام کے لذیذ لطیف غذائیں لے آیا اور اس کے کتے کے سامنے وہ دستر خوان چن دیا جب وہ کتا خوب کھا کے آسودہ ہوا تب اسکا پس خوردہ اس عورت کے آگے ایک طشت مکروہ میں لاکر رکھا جب وہ کئی نوالے کھا چکی تب بادشاہ نے اٹھ کر ایک لکڑی زنگی کے ماری ایسے زور سے سر پر لگی کہ کئی قطرے خون کے سر سے ٹپک پڑے خدمتگار نے

بزور اس عورت کو وہ قطرے خون کے چٹا دیئے بعد ازاں بادشاہ نے کہا کہ اے شخص اب تو اس ماجرے سے واقف ہوا مناسب ہے کہ سر تیرا بموجب اقرار کے تن سے جدا کروں۔ تب شاہزادہ بولا کہ حضرت آپکے تفضلات سے یہ تماشا تو دیکھنے میں آیا مگر حقیقت حال سے کچھ واقف نہوا تب بادشاہ احوال کے بیان کرنے میں متوجہ ہوا۔ اس مابین میں وہ عورت دست و پا بستہ روانہ ہوئی اور جو آنسو اسکی آنکھوں سے ٹپکتا تھا موتی ہو جاتا تھا اور نوکر بادشاہ کو لاکر دیتے تھے بعد ایک لمحہ کے ہنس پڑے ہنسنے کیساتھ ہی کئی ایک پھول جھڑ پڑے وہ بھی خدمتگار شاہی اٹھا لائے تب بادشاہ نے فرمایا کہ ان پھولوں کو اچھی طرح رکھدو پھر شاہزادہ کی طرف قتل کا اشارہ کیا اور شاہزادہ سے کہا کہ اے مرد مسافر یہ عورت کہ جو زنجیر آہنی سے بندھی ہوئی ہے اسی کا نام گل ہے اور میرا نام صنوبر ہے اور اس ملک کا بادشاہ ہوں تب شاہزادہ نے پوچھا کہ اے جہاں پناہ آپ نے کسطرح سے اسکو حاصل کیا ہے۔ اسوقت بادشاہ نے کہا اے شہزادہ ایکروز میں شکار کیلئے شہر سے باہر گیا تھا میدان میں مجھ پر تشنگی غالب ہوئی پانی کی جستجو میں ہر ایک طرف مارا مارا پھرتا رہا آخر شش بہزار تردد ایک چاہ تیرہ و تار نظر آیا شکر پروردگار کا بجالایا مگر مارے بھوک اور پیاس کے طاقت جسم میں نہ تھی اور وہ چاہ بھی ایسے جنگل میں تھا کہ وہاں انسان کی کیا مجال بلکہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا افتاں وخیزاں اس کنوئیں کے کنارے پر جا پہونچا کلاہ کی ڈوپٹی اور دستار کی دوری بناکر پانی کی امید سے کنوئیں تماشے کی بات ہے کہ ڈوری کنوئیں میں اٹک گئی ہزار تدبیریں کرتا تھا مگر وہ نہ کھینچی ناچار طاقت تشنگی کی نہ لاکر یوں پکارا کہ خدا کے واسطے جس بزرگ نے اس چاہ کے اندر مقام کیا ہے۔ مجھ مسافر تشنہ لب پر رحم کرکے اس ڈول کو چھوڑ دے کہ مارے پیاس کے میرا دم بند ہوا جاتا ہے اور کلیجہ منہ کو آتا ہے اور کسواسطے غریب خستہ خاطر پیاسے اور بھوکے پر روادار ظلم ہوتے ہیں غرض گریہ وزاری کرنیکے بعد ایک آواز کنوئیں سے میرے کان میں آئی کہ اے بندہ خدا ہم کو مدتوں سے اس کنوئیں میں پڑے ہلاک ہوتے ہیں واسطے اللہ کے ہم کو یہاں سے نکال کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے ہمارے نکالنے سے تجھکو ثواب دارین حاصل ہوگا تب ناچار ہوکر بہزار تردد اور محنت سے ملنے انکو باہر نکالا دیکھا تو دو عورتیں اندھی ہیں ضعیف اور قد ان کا کمان کی طرح خمیدہ ہے۔ اور سر اسر ہاتھ پاؤں سوکھ کر ٹیڑھے ہوگئے ہیں بدن مانند راکھ کے تو وہ کے مارے لاغری کے چھن گیا ہے۔ آنکھیں دھنس گئی ہیں دانت جھڑ گئے ہیں اور سر سایل

رہا ہے۔ قدم اٹھانے میں ڈگمگاتی ہیں۔ سر کے سارے بال دھنی ہوئی روئی کی طرح سفید اور نہایت ضعیف و ناتوانی کے سبب سے زندگی سے ناامید سارے بدن میں جھرّیاں پڑ رہی ہیں میرے سامنے کھڑی ہوئیں دیکھکر میں نے پوچھا کہ سبب تمہارے اسیر ہونیکا اس چاہ میں کیا تھا ان عورتونے کہا کہ ایجوان مسافر یہاں کے بادشاہ نے غصہ کرکے ہمکو اندھا بناکر اس چاہ میں ڈلوادیا تھا اب حق تعالےٰ نے تجھکو بھیجا ہے جس نے ہمکو اس چاہ سے باہر نکالا ہے پر ہم تجھکو ایک دوا بتلاویں تو وہ لاکر ہماری آنکھوں میں لگائے فوراً آنکھیں بدستور روشن ہو جاوینگی اور تجھکو بڑا ثواب ہوگا۔ بعد بینا ہونیکے اسکے ... تیری خدمت سے قاصر نہ ہوگی اور تیرے مقصد دلی کو جلدی حاصل کردینگی تب میں نے پوچھا کہو تمہاری آنکھونکی کیا دوا ہے انہوں نے کہا کہ اے بابا یہاں سے تھوڑی دور پر ایک دریائے بے کنار ہے اسکے کنارے پر ایک گائے چرائی کرنیکے لئے ہمیشہ آتی ہے اگر تو سرگین اس کا لاکر ہماری آنکھوں سے لگائے تو ابھی ہماری آنکھیں روشن ہو جاوینگی مگر وہ گائے جسوقت تو اپنے آپ کو اس کی نظر سے غائب رکھیو کیونکہ اگر تجھے وہ گائے دیکھ پاویگی تو تجھکو ہلاک کرڈالیگی اسمیں ان تابینا دونسے یہ بات سنکر دریا کیطرف روانہ ہوا تھوڑے دنونکی بعد میں اسی پتہ پر جا پہونچا دیکھا کہ ایک گائے روپے کی پہاڑ کی مانند قد اور بڑی شہ زور کہ شیر کا پتہ جس کے دیکھنے سے پانی پانی ہو جاوے دریا سے نکل آئی اور کنارے پر چرنے لگی تب میں نے جلد آپ کو اسکی نظر سے چھپایا جسوقت وہ گائے چرائی کرکے دریا کے اندر گئی اسیوقت میں اسکا سرگین لیکر روانہ ہوا اسی کنوئیں کے کنارے پر آ پہونچا وہ سرگین اس کے حوالہ کیا انہونے جونہیں آنکھوں میں لگایا وہیں بینا ہوگئیں اور ادھر اُدھر دیکھنے لگیں شکر خدا کا بجالاکر میری جوانمردی پر آفرین کرنے لگیں اور بولیں کہ اے مسافر یہاں پریوں کے بادشاہ کا مقام ہے اور اس کی ایک بیٹی نہایت خوش جمال خجستہ خصال کہ جسکے مکھڑے کے سامنے آفتاب عالمتاب اور دل ماہتاب اسکے نظارہ سے کباب لب شیریں اس کے لعل رُمّانی و رگِ برگ بستانی پر خندہ زن ایک عرصہ اسکا علاج ہزار رنج و محن آنکھیں شراب مستی سے سرشار رخساروں کی لطافت سے گل نسرین کی بہار اگر ہم تجھ کو اس مکان میں پہونچادیں تو تو اس کے دیکھنے کے ساتھ ہی عاشق ہو جائیگا اور اس کے ماں باپ بھی اسپر فریفتہ ہو رہے ہیں کہ ہر دم چھاتی سے لگائے رہتے ہیں ایکدم بھی نظر سے غائب ہونے نہیں دیتے ہر روز نور کے تڑکے بستر سے اٹھکر اس کے جمال کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ تب اور کاموں میں مشغول ہوتے ہیں۔ ہم تجھ کو اس کے پاس لے جاتی ہیں۔ بخوشی و خوردی عیش و عشرت کیجیو خدانخواستہ

اگر اُسکے ماں باپ تیری مہم صحبتی کی خبر پادیں تو اسی دم تجھہ کو آگ میں ڈالنے کا قصد کرینگے اُس وقت تو نے کہدیا اگرچہ بندہ گنہگار کے حق میں یہہ سزا واجبی ہے اور سزاوار عقوبت کا ہوں مگر یہ امید رکھتا ہوں کہ تھوڑا سا روغن میرے بدن پر مالش کرکے مجھہ کو آگ میں ڈالو کہ اس کے باعث تکلیف جلنے کی مجھہ پر آسان ہو کہ جلدی جل جاؤں اور دنیا کی بلا سے نجات پاؤں اے مسافر پریوں کا بادشاہ یہ بات سُنکر جب حکم روغن ملنے کا دیگا ہم اسی گھڑی ایسا روغن تیرے تمام وجود میں مل دینگی کہ اگر ہزار سال تو آتش میں رہے تو بھی ایک چھالہ تیرے بدن پر نہ پڑے گا اور گل ارحضرت ابراھیم علیہ اسلام کی مانند آگ پانی کا کام دیگی الفقصہ جب انہوں نے مجھہ سے یہ بات کہی اور مجھہ کو اس محل میں لے گئیں ایکبارگی میں سمجھا کہ بہشت بریں یہی ہے اور اس میں ایک ماہ جبیں کہ جس کے چہرہ کی روشنی سے سارا مکان منوّر ہو رہا تھا اور خود تخت۔ تمکنت پر مسند ناز سے تکیہ لگائے ہوئے سوئی تھی اُسکے رخساروں کی دمک سے آفتاب عالمتاب بھی شرمندہ تھا۔

دسویں داستان گل بادشاہ بیگم کی ملاقات ہونے میں صنوبر شاہ کیساتھ اُن دونوں ضعیفہ کی مدد اور آگ میں ڈالجانے اور کندا ہونیکی سلیمہ گل کے

القصہ میں دور سے اسکے جمال ناک دیکھتے ہی متحیر اور بیخود ہوگیا تھوڑی دیر کے بعد جب ہوش میں آیا تب کہا کہ الٰہی یہ خواب ہے یا بیداری۔ غرضیکہ اپکو سنبھال کر شکر پروردگار کا بجالایا اور دل کو تھام کر یہ اندیشہ کیا کہ اگر تو یہاں کھویا جاتا ہے۔ تو اپنی زندگی سے ہاتھ دھوتا ہے تب ہمت سے روبرو جاکر کھڑا ہوا کہ ایک لحظہ کے بعد جب وہ ماہر وخواب سے بیدار ہوئی اور یکایک نظر اسکی مجھپر پڑی فی الحال ناوک جگر دوز اسکے اشتیاق وصال کا دل پر ایسا کاری لگا کہ یکبارگی بیتاب ہوگیا اور وہ نازنین غصہ سے تیوڑی چڑھاکر پھڑک اٹھی اور خفگی سے بولی کہ اے مردوئے تو کہاں سے آگیا اور کس نے تجھکو اس مکان میں پہنچایا کیا تو اپنی جان کا خوف نہیں رکھتا ہے۔ ہرچند ظاہر میں ایسی دھمکیاں دیتی جاتی تھی پر باطن میں وہ میری عشق میں فریفتہ ہوکر دیوانہ بن گئی۔ تھی تب میں نے کہا کہ اے نازنین میں تیری ملاقات کیلئے یہانتک آیا ہوں اور جان کا مطلق خیال نہیں رکھتا بیت تجھہ سے دلدار کا ہے دام میں لانا مشکل ٭ میرے نزدیک نہیں جان کا جانا مشکل القصہ اسیطرح کی لگاوٹ اور بناوٹ کرتا رہا پھر اس معشوقہ نے دریافت کیا کہ کسی نوع سے یہ ڈرنا۔ نہیں تو بڑے تپاک سے میرا ہاتھ پکڑ کے مسند پر لیگئی اور تکلف سے مجھے بٹھاکر باتیں کرنے لگی اور اس وقت عجب طرحکی خوشی میری طبیعت میں آئی کہ تن کی سمائی پیراہن میں نہ پائی اس ماہ جبیں نے شراب انگوری منگواکر بادہ پیمائی شروع کی میں نے بھی مکان کو اغیار سے خالی پایا تن بیجان میں جان سی آئی اور رغبت طرف ثانی کی زیادہ پائی فوراً اسکی شراب وصل سے لذت جسمانی اور حظ زندگانی اٹھانے لگا غرض کئی روز تک عیش وعشرت سے گذرے تو لیکن اس نازنین کا کھٹکا ماں باپ کی طرف سے نہایت ہی رہتا تھا کہ مبادا اس بات کا پردہ کھل جائے اور یہ راز نہفتہ ظاہر ہووے اور گھڑی جدائی کی آجاوے اور دونوں مارے جاویں اس غم سے دل ہی دل میں کڑھتے تھے بہرحال اسی غم میں دو مہینے گذر گئے مثل مشہور ہے مصرع چھپائے سے آتش چھپی ہے کہیں ٭ آخرش ایک روز اس کے باپ نے جو پریوں کا بادشاہ تھا لڑکی کے ماہ جمال کو منکشف دیکھکر متحیر ہوکر دل سے آہ سرد کھینچی اور اسیدم اسکی ماں کو بلواکر کہا کہ اسکی حالت سے واقف ہونا ضرور ہے کہ کس سبب سے اسکے چہرہ کا رنگ مبدل ہوگیا اور اس کے گل رخسار پر بادخزاں نے کیوں صدمہ پہنچایا ہے تب اسکی والدہ اپنی لڑکی کے پاس آکر پوچھنے لگی اے میری آنکھوں کی پتلی کس سبب سے یہ تیری حالت بنی ہے سچ کہہ اگر نہیں بتائیگی تو تجھے ابھی غارت کردونگی غرضیکہ اسکے باپ ماں جتنا کہتے تھے وہ سرنگونی اور خاموشی کے سوا کچھ جواب نہیں دیتی تھی تب پردہ اس راز کا اسکے باپ پر کھل گیا کہ مقرر اسنے کسی کے لب شیرین کی حلاوت

پائی ہے اور اسی لذت کے خیال میں روح گلائی ہے عشق کا تیر جگر پر کھایا ہے اور اپنے ننگ وناموس کو
غارت کر جامۂ عصمت پر داغ لگایا ہے تب پریوں کے بادشاہ نے غصہ ہو کر دیوؤں کو حکم دیا کہ اس
نوجوان کو لیجا کر آتشکدہ میں ڈال دو کہ جل بھنکر خاک ہو جائے بمجرد حکم کے دیوؤں نے ہاتھ پکڑ کے محل سرا
سے باہر نکالا اور بہت سی لکڑیاں جمع کر کے ایسی آگ بھڑکائی کہ آتش دوزخ بھی اسکے سامنے
افسردہ تھی اور چاہا کہ مجھکو اس آتش میں ڈالدیں اسوقت مجھے ان بڑھیوں کی بات یاد آئی تب باواز بلند میں نے
کہا کہ اے شاہ پریاں جو کچھ کہ سزا اس گنہگار کے حق میں تو نے تجویز کی ہے بجا ہے مگر واسطے خدا کے اور تصدق
اپنی سلطنت کے تھوڑا سا روغن میرے بدن پر ملوا کر مجھکو آگ میں ڈالو کہ اس کے سبب سے بآسانی جل جاؤں
اور دنیا کے غم سے نجات پاؤں تب پریوں کے بادشاہ کے میری عرض قبول کر کے تیل ملنے کا حکم دیا فوراً
انہیں پیرزالوں نے تھوڑا سا تیل خدا جانے کس چیز کا تھا میرے بدن پر مل دیا کہ سات روز تک آتش
نے مطلق اثر میرے بدن پر نہ کیا اور فضل سے اس حافظ حقیقی کے میرے ایک بال پر بھی آنچ نہ آئی بلکہ وہ
آتش مانند گلزار حضرت ابراہیمؑ کی ہو گئی اور ان دیوں نے جو میری نگہبانی کے واسطے تھے جانا کہ آدمزاد
جل بھن کے راکھ ہو گیا ہو گا انہوں نے اس گمان پر نزدیک شاہ پریوں کے جا کر خبر کی کہ جس آدمزاد کو
آگ میں ڈالنے کا حکم دیا تھا اس عرصہ میں جلکر خاک ہو گیا ہو گا بادشاہ نے حکم کیا کہ اس کی خاکستر
کو دوسری جگہ ڈال دو جب وہ دیو خاکستر اٹھانے کیلئے مستعد ہوئے اور مجھے آگ میں زندہ پا کر
بہت متعجب ہو کر دل میں سوچنے لگے کہ یہ آدمزاد کوئی بزرگ ہے، اور یہ لڑکی اسی کی تقدیر میں خدا
نے لکھی ہے سب دیوں اور پریوں نے بادشاہ کو سمجھایا کہ اس نازنین کا ازدواج اس آدمزاد
کیساتھ کرنا مناسب ہے، بادشاہ انکی فہمائش سے راضی ہوا القصہ ایک روز اچھی سی ساعت ٹھہرا
کر شادی کی تیاری کا حکم دیا کارپرداز بموجب حکم کے شادی کی تیاری میں مستعد ہوئے۔ اور
جھٹ پٹ تمام اسباب شادی کا درست کر بڑی دھوم دھام سے مجلس شادی کی درست ہوئی
تب مجھکو حضور میں طلب فرما کر حسب ونسب کے پوچھنے میں مشغول ہوا میں نے عرض کی کہ میں بادشاہ زادہ شہر
واقاف کا ہوں ایک بات دراز ہوئی ہے کہ تیری لڑکی کا تیر عشق میرے جگر پر کاری لگا ہے اسواسطے بہت سے
رنج ومحنت اٹھا کر یہانتک پہنچا ہے اب حق تعالےٰ نے تیرے ہاتھ میں گرفتار کیا ہے جو تیرا جی چاہے
سو کر بادشاہ اور پریوں نے میری اس گفتگو کے سنتے ہی ہاتھ اور پاؤں کھلوا دیئے اور اپنے دست
مبارک سے میرا ہاتھ پکڑ کر بتعظیم تمام عذر خواہی کرنے لگا میں نے آداب بجالا کر بادشاہ کی قدمبوسی حاصل کی
القصہ بعد دو تین روز کے نیک ساعت کے موافق اس گلبدن کیساتھ شادی کر لی اور چند روز

اس شہر میں عیش وعشرت سے گذرے کتنے روز سسرال میں رہکر ارادہ وطن جانے کا کیا اور بادشاہ سے رخصت چاہی بادشاہ نے بطور جہیز کے بہت سے جواہرات اور اسباب چاندی سونے کا ہمراہ دیکر مہ لڑکی کے رخصت کیا اور حفاظت کیلئے کئی پریوں کو بھی ہمراہ کر دیا۔ پریاں ہم دونوں کو ایک تخت کے اوپر بٹھا کر ہوا ہوئیں ایک ہی آن میں اپنے ملک میں آپہنچا اے مسافر وہ لڑکی جسکا نام گل تھا یہی ہے جو کہ زنجیر کیساتھ بندھی ہے اب میں نے سب احوال تجھکو سنایا تو بھی اپنے عہد وپیمان کے بموجب نزدیک آکہ تیرا سر دھڑ سے جدا کر ڈالوں۔ تب شاہزادہ نے کہا اے صنوبر شاہ اب تک میری خاطر جمع اس قصہ سے نہ ہوئی کیونکہ اپنے عہد کو بجالاؤں آپ ہی فرمایئے کہ ایسی کونسی بے وفائی اور بد عہدی گل سے صادر ہوئی کہ جسکے لئے اسکے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھی ہیں اور یہ ذلتیں اس کے حق میں روا رکھی ہیں۔

گیارہویں داستان بیان میں بیوفائی گل کی صنوبر شاہ کیساتھ اور گل کے سزا پانیمیں اور روح بخش کے ہاتھ آنا ملکہ مہر انگیز کا

تب صنوبر شاہ نے پھر فرمایا کہ اے مسافر ذرا متوجہ ہو اور کان لگا کر گل کی بیوفائی سن میں داستان بیان کرتا ہوں کہ ایک شب اتفاق ہوا کہ میں خوابگاہ میں سوتا تھا اور یہ پری بھی کہ نام اسکا گل ہے میرے ساتھ سینہ بسینہ لب بلب ہم آغوش تھی قضا کار میری نیند اچٹ گئی اور آنکھیں کھل گئیں تو دیکھا نہ ہاتھ پاؤں گل کے برف سے بھی زیادہ سرد ہیں میرے دل میں اندیشہ گذرا کہ شاید کسی عارضہ کے سبب سے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے ہیں تب میں نے پوچھا کہ ای نازنین تیرا بدن کیوں ایسا ٹھنڈا ہو رہا ہے اور اسکا موجب کیا ہے بولی کہ رفع حاجت کے لئے بیت الخلا کو گئی تھی طہارت کے باعث ہاتھ پاؤں سرد ہیں میں چپکا ہو گیا اور اسکا کلام سچ سمجھا کئی دن کے بعد پھر ایسی حرکت عمل میں آئی اور جب میں نے تحقیق کیا تب وہی جواب دیا اے مسافر اس شب کو تیری خاطر میں اسکی طرف سے گمان فاسد ہوا کہ بلاشبہ یہ رات کو کس کے پاس جاتی ہے مگر یہ راز میں نے جواہر کیطرح اپنے صندوق دل میں بند رکھا اور زبان پر قفل خاموشی لگایا اسواسطے کہ تحقیق کرے اور اگر اسبات کا ثبوت نہ ہو تو تہمت میں سبکی ہو اور باہر بھی رسوائی مجھے اے مسافر پہلے میں واسطے تحقیق کے گھوڑوں کے طویلہ میں گیا دیکھا کہ میری خاص سواری کے گھوڑے جو اپنی قدم بازی اور چالاکی کے آگے سے ہوا سناتے تھے نہایت دبلے اور لاغر ہو گئے ہیں بدنوں کی پٹھے لگ گئی اور بعضے تو بل بھی نہیں سکتے تب سائیسوں کو بلوا کر بہت ہی چشم نمائی

کی اور بعضوں کو انکی غفلت شعاری کے سبب سے سزا دی۔ تب انمیں سے ایک نے جان کی دہشت سے عرض کی
اے بادشاہ اگر جان بخشی ہو تو کچھ خلوت میں عرض کروں میں نے کہا تیری جان بخشی کی سچ بتا کہ یہ کیا ماجرا ہے
تب اُسنے عرض کی کہ ہر روز بلاناغہ بادشاہ بیگم کہ گل نام رکھتی ہے لباس شاہانہ پہن کر اور زیور و جواہر سے
آپکو آراستہ کر کے طویلے میں تشریف لاکر خاصے کے گھوڑے پر اکثر سیر کو جاتی ہیں جبکہ تھوڑی سی رات
باقی رہتی ہے اسوقت آکر گھوڑے کو طویلے میں چھوڑ کر محل سرا میں تشریف لیجاتی ہیں اے مسافر
جب ماجرا سائیس کی زبانی میںنے سنا ہوش باختہ ہو گئے اور حواس منتشر غرض کہ ناچار ہو کر
سائیس کو حکم دیا کہ آج اور ایک گھوڑا تیار رکھیو اسی فکر میں تھا کہ نوشتہ آفتاب پردہ مغرب میں
گیا اور عروس ماہ بام فلک پر جلوہ افروز ہوا میں کچھ غذا نوش کر کے بستر پر جا لیٹا اور یہ بھی میرے
پہلو میں جا سوئی اور بولی کہ آج میری آنکھوں میں نیند چھائی ہے آؤ تم بھی سو رہو میں اُسکی یہ
رمز میں سمجھ کر باوجود بیداری کے سوتو نکی طرح دم لینے اور خراٹے مارنے لگا ہر چند کہ تھوڑی
سی رات گذرنے پر خواب نے مجھ پر غلبہ کیا مگر میں ہوشیار رہا جب اس سیاہ بخت نے جانا کہ یہ سو گیا
تب بغاوت معہودہ پہچوتے پر سے اٹھی اور دانتوں میں مسی اور آنکھوں میں سرمہ ڈالکر عطر کی بسی
ہوئی پوشاک پہنکر اور جواہر کے گہنے سے آراستہ و پیراستہ ہو کر مستانہ وار چلی میں بھی اسی دم دبے پاؤں
اسکے پیچھے ہو لیا جب طویلہ میں آئی گلگوں صبا رفتار پر سوار ہو کر روانہ ہوئی میں نے بھی ارادہ کیا کہ پیچھے
اسکے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں لیکن خاطر میں یہ اندیشہ گذرا کہ مبادا میرے گھوڑے کے سم کی آہٹ
گل کے کان پڑے اور فوراً ہوشیار ہو جاوے اور در مقصود ہاتھ سے جاتا رہے ناچار مانند قاصدکی
کمر باندھ چست و چالاک ہو کر سبک قدمی سے اسکے گھوڑے کے پیچھے دوڑتا افتاں وخیزاں چلا جاتا تھا
اور یہ کہتا جو طوقی زریں سے آراستہ ہے میرے پیچھے پیچھے چلا آتا ہے۔ غرض گل ایک مکان میں پہنچی
کہ یہ کئی زنگی جو میرے پاس کھڑے ہیں وہاں مکان بنا کر رہتے تھے جبکہ یہ انکے نزدیک پہنچی اور
گھوڑی پر سے اتر کر زنگیوں کے گھر میں گئی زنگیوں نے اسیوقت اسے گھر سے نکالدیا اور گھوڑے
لیکر نکلے اور اس بدبخت کو وہ مار ماری کہ پشت و پہلو اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں اے مسافر میں دور سے
یہ ماجرا دیکھکر سمجھا کہ شاید گل جان بحق تسلیم کر گئی۔ کیونکہ اس مدت میں میں نے اسکو کبھی پھول
بھی زور سے نہ مارا تھا چونکہ زنگیوں کے عشق کی تیغ کی یہ گھائل تھی اس کا فر نے آہ بھی نہ کی بلکہ انکے قدم
چومنے لگی اور منت و سماجت کرنے لگی آخر زنگیوں نے پوچھا کہ آج دیر ہونے کا سبب کیا ہے دست
بستہ ہو کر بولی کہ آج بادشاہ خفتہ بخت بہت دیر تک جاگتا رہا اس لیے آنے میں توقف ہو گیا

نہیں تو ابتک کب کی آگئی ہوتی اور تمہارے شربت وصال سے کام جان کو متلذذ کیا ہوتا اب امیدوار ہوں کہ میری تقصیر سے درگذر کرو اے مسافر میں یہ حال دیکھ کر سخت متعجب ہو کر دلمیں کہنے لگا الٰہی میں نے تو کبھی گل کو گل سے بھی نہ مارا تھا کس طرح سے ایسی خربین استخوان شکن ائنے برداشت کیں آخر زنگی کا ہاتھ پکڑ کر مکان میں لیگئی اور اسکے ساتھ عیش میں مشغول ہوئی اس حالت کے دیکھتے ہی مارے غصہ کے میرا کلیجہ پھکنے لگا اور آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے بیتاب ہو کر اس مجمع بے تمیزی میں چلا گیا زنگیو نے دیکھتے ہی مانند جیل زنبور کی مجھے گھیر لیا چونکہ میں بڑا دلیر اور زور آور انکی زبردستیو نکو مطلق خیال میں نہ لایا لڑنے میں مشغول ہو گیا جب زنگیو نے دیکھا کہ اس شخص سے عہدہ برائی محال ہے پسپا ہو گئے اور بھاگنے لگے یہ زنگی کہ تو جسکا ہاتھ پاؤں بندھا دیکھتا ہے میرے ہاتھ سے گرفتار ہوا میں چاہتا تھا کہ اسے باندھ کر مقید کروں کہ اس عرصہ میں یہ آفت جان گل کہ وہیں کھڑی تھی پیچھے سے دوڑ کر آئی اور اس زور سے ایک دھکا مجھے ایسا دیا کہ میں زمین پر چت گر پڑا اسوقت زنگی قابو پا کر میرے سینہ پر چڑھ بیٹھا اور اس بیحیا نے جھٹ اپنی کمر سے ایک خنجر نکالکر میرے قتل کیواسطے زنگی کے ہاتھ میں دیا اور مارنیکا اشارہ کیا اسوقت میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا اور درگاہ مشکلکشا الٰہی میں پناہ لایا زنگی نے چاہا کہ خنجر میرے گلے پر چلائے اور ایک ہی زخم سے میرا کام تمام کر ڈالے کہ ناگاہ اس سگ وفادار نے کہ جسکو تو اس شان و شوکت سے دیکھتا ہے پیچھے سے آکر اس زنگی کو ناخن سے مجروح کیا اور خصیو نسے پکڑ لیا میں نے اسوقت قابو پا کر نیچے سے نکل زنگی کی مشکیں باندھ لیں اور گل کو بھی اسکے ساتھ قید کر کے گھر میں لے آیا چار زنگی اور جو میری دہشت سے بھاگے تھے انمیں سے بھی تین کو گرفتار کیا اور ایک زنگی بھاگ کر بادشاہ قیموس کی لڑکی جوہر انگیز نام رکھتی ہے اسکے تخت کے نیچے چھپا ہے اے مسافر اب احوال تمام گل کا مجھکو کہہ سنایا اب تو بھی اپنے عہد کو بجا لایا تب شاہزادہ بولا کہ کیا میرے قتل پر ارادہ حضور کا مصمم ہے اور میں بھی اپنے عہد پر قائم ہوں مگر ابتک تمام کیفیت ظاہر نہ ہوئی کہ وہ زنگی بھاگ کر مہر انگیز کے پاس کس کام کیواسطے گیا ہے اور اس کو مہر انگیز نے تخت کے نیچے کیوں چھپا رکھا ہے پہلے اس ماجرے سے واقف کیجیے پھر شوق سے قتل کیجیے ورنہ ناحق خون بیگناہ کا کرنا عاقبت میں اسکے قصاص میں گرفتار ہونا ہے صنوبر شاہ مہر انگیز کی حقیقت سے واقف نہ تھا اسلیے کچھ احوال اسکا بیان نہ کر سکا مسافر کے خون سے درگذرا اور بولا کہ اے مسافر آفرین تیری دانائی اور جوانمردی پر کہ کس حکمت اور چالاکی سے تو نے اپنی جان بچائی قصہ کوتاہ جب شاہزادہ ایسی ایسی مصیبتیں اٹھا کر گل و صنوبر کی حقیقت سے واقف ہوا اور جانسے بچا بادشاہ کو دعا و ثنا کر کے سجدات شکر جناب الٰہی میں بجا لایا بعد ازاں چند روز خدمت میں صنوبر شاہ کی رہا پھر وہانسے ارادہ وطن کا کر کے ایکروز دریا پر جا کر غسل کیا اور

سیمرغ کا پر جو اس کے پاس تھا آگ میں جلایا فوراً وہی سیمرغ کہ جو رفیق تھا آکر حاضر ہوا شاہزادے نے جانورونکو شکار کرکے بدستور اسباب خورد ونوش کا موجود کیا اور سیمرغ پر سوار ہوکر ساتوں دریا عبور کرکے سیمرغ کے مکان پر آپہونچا سیمرغ نے بہت سی خاطرداری مہماندار کی چند روز وہاں ٹھہر کر رخصت ہوئے رنگیوں کے قلعہ میں آپہونچا اور اس کی لڑکی کو معہ تمام اسباب وجواہر کیساتھ لیکر روانہ ہوا پھر اس میدان میں کہ جہاں شیر سے ملاقات ہوئی آپہنچا اور موافق دستور کے اس شیر سے بھی ملاقات بخوبی کی ؛

بارہویں داستان پہونچنا شاہزادیکا جمیلہ بانو کے مکان پر اور ہمراہ لیکر لطیفہ بانو کے پاس جانا شہزادینے کے ارادہ سے اور مستعد ہونا مہرانگیز کے سوال کے جواب دینے میں ؛

راوی خوش گفتار یوں کہتا ہے کہ جب شہزادہ منزلیں طے کرتا ہوا جمیلہ بانو کے مکان کے متصل پہنچا وہ خبر پاکر استقبال کو نکلی اور بڑی تپاک سے شاہزادہ کو ہمراہ لیکر باغمیں گئی اور رسم مہمانداری کی جیسی کہ چاہیئے بجالائی شاہزادہ نے بموجب اقرار کے اسکے ساتھ نکاح کیا کچھ دنوں عیش وعشرت میں مشغول رہا بعد چند روز کے جمیلہ بانو کو ہمراہ لیکر لطیفہ بانو کے شہر کیطرف روانہ ہوا چند روز میں وہاں بھی جا پہنچا اور مع لشکر کے باغمیں لطیفہ بانو کے وارد ہوا خیمہ زر بفتی جواہر نگار برپا کئے چند جوان رستم تن کو حکم دیا کہ لطیفہ بانو کی ٹنڈیاں کسکر جلد حضور میں لے آویں وہ لوگ بموجب حکم ویسا ہی عمل میں لائے اس وقت شاہزادہ کیخاطر میں یوں گذرا کہ اس ناپاک یحیا کو الٹا لٹکا کر اسکی کھال میں بھوسہ بھر دینا چاہیئے یا اسکو قتل کرکے اسکا گوشت کتوں اور چیلوں کو کھلائے لیکن جمیلہ بانو نے جو اسکی ہمشیرہ تھی عذر تقصیرات چاہا بپاس خاطر جمیلہ بانو کے گناہ کبیرا کے اس سے صادر ہوئے تھے معاف فرماکر کلمہ شہادت کا پڑھوا کر دین اسلام میں لایا اور فن جادوگری سے استغفار کروا کر جن شاہزادوں اور آمزاد کو جادو سے ہرن بنا رکھا تھا انکو صورت اصلی میں لاکر خوراک اور پوشاک خاطرخواہ دیکر رخصت فرمایا وہ سب دعائیں دیتے ہوئے اپنے اپنے ملک کو گئے چند روز کے بعد لطیفہ بانو کو وہاں چھوڑ کر روانہ ہوا ایک مہینے کے بعد شہر میں شاہ قیموس کے جو کہ مہرانگیز کا باپ تھا آپہونچا اور باہر شہر کے خیمہ آراستہ کرکے جمیلہ بانو وغیرہ کو چھوڑ آپ واسطے جوابدہی کے مہرانگیز کے مکان پر جاکر نقارہ بجایا کہ فوراً دربان خبر پاکر شاہزادہ کو اسکے باپ کے پاس لیگئے شاہ قیموس کے طریق اوّل سے اسکو سمجھایا کہ ایجوان اس خیال محال سے درگذر کسواسطے قصد اپنی ہلاکت کا رکھتا ہے کہ کسی نے اجتک اسکے سوال کا جواب شائستہ نہیں دیا ہے اور اسکے ہاتھ سے جانبر نہیں ہوا ہے تب شاہزادہ نے کہا کہ اے بادشاہ عالم وہ راز کہ جو تیری دختر دل

میں رکھتی ہے اور سوال کرتی ہے اسکے احوال سے کوئی واقف نہیں اب اسکی جوابدہی کیلئے میں حاضر ہوا ہوں تب یہ خبر مہرانگیز کو پہنچی اس نے شاہزادہ کو بلوایا شاہزادہ نے وہاں جاکر کہا کہ اے مہرانگیز کیا سوال رکھتی ہے کہہ تب وہ بولی کہ گل نے صنوبر کے ساتھ کیا کیا شاہزادہ نے کہا کہ اے مہرانگیز جو کچھ اس نے کیا اسکا نتیجہ بخوبی پایا تو بھی اسی کی طرح پشیمان ہوگی اگرچہ مہرانگیز کے دل میں اس جواب سے دھڑکا پڑگیا پر تجاہل اور بیحیائی سے اور اس قصہ کے سننے کے ارادہ پر بولی کہ اے شاہزادے جب تو سرسیر احوال اسکا حرف بحرف بیان کریگا تب میں باور کرونگی کہ سچ کہتا ہے یا نہیں جب شاہزادہ نے دیکھا کہ یہ بے شرم نادانی سے جہل کرتی ہے اور اپنی خطا سے باز نہیں رہتی تب کہا اے مہرانگیز اگر ارادہ قصۂ گل وصنوبر کے سننے کا رکھتی ہے تو اپنے باپ سے کہہ کہ معہ ارکان دولت آکر یہاں مجلس کرے اور میں کیفیت گل وصنوبر کی بیان کروں مہرانگیز نے ویسا ہی کیا کہ مجلس آراستہ ہوئی اور مہرانگیز کا باپ یعنی شاہ قیموس مسند شاہی پر زینت بخش ہوا تب شاہزادہ نے کہا اے مہرانگیز اب بھی خبردار ہو کیوں کہ جب میں تیرے سوال کا جواب دونگا اسوقت تجھ پر میرا اختیار ہوگا جو چاہونگا سو کرونگا مہرانگیز نے بادشاہ کے روبرو بیحیائی سے وہ بھی قبول ومنظور کیا اور بادشاہ نے بھی اقرار کیا تب شاہزادہ نے کہا کہ صاحبان مجلس سوال کی آجتک حقیقت مانند پردہ ظلمت کی کسی پر منکشف نہیں ہوئی ہے مگر اب میں اسکو بیان کرتا ہوں پہلے پوچھئے کہ یہ حقیقت شاہزادے نے کہاں سے سنی کہ جسکے لئے ناحق خدا کے بندوں کو ہلاک کرتی رہی ہے تب حاضران مجلس نے حیرت ناک ہوکر پھر اس سے پوچھا تب اُسنے سوائے خاموشی کے چارہ نہ دیکھا تب شہزادہ نے کہا کہ اے مہرانگیز میں حقیقت سے گل وصنوبر کی خوب واقف ہوں مگر راستی اسکی کیونکر تجھکو معلوم ہو اب تجھ کو لازم ہے کہ جس شخص سے تو نے احوال گل وصنوبر کا سنا ہے اسکو حاضر کرنا چاہیئے تاکہ تیری راستی کلام پر شہادت دے پھر بھی مہرانگیز نادانی سے شاہزادے سے جواب طلب کرتی تھی اور شہزادہ بھی شاید طلب کرتا تھا مہرانگیز آخر کار لاچار اور گھسیانی ہوکر بولی کہ میں نے کسی مسافر سے یہ قصہ سماعت کیا تھا اب اسکو کہاں سے لاؤں جو حاضر کروں تب شاہزادہ خفگی سے بے اختیار ہوکر بولا کہ اگر میں ابھی اس مسافر کو حاضر کروں تو کیا ہو تب مہرانگیز نے کہا کہ ازیں چہ بہتر اسوقت شاہزادہ بادشاہ قیموس کا ہاتھ پکڑ کر مہرانگیز کے تخت کے نزدیک لیگیا اور خادموں کو حکم کیا کہ اس تخت کو یہاں سے اٹھاکر لے چلو بموجب حکم شاہزادہ خادموں نے جوہیں تخت کو اٹھایا وہیں شیشۂ راز مہرانگیز سنگ رسوائی پر گر کر چکنا چور ہوگیا یعنی تخت کے نیچے سے وہ زنگی جسے پوشیدہ کر رکھا تھا نمودار ہوا تب شاہزادے

نے فوراً اس حبشی کو گرفتار کیا بادشاہ قیموس اس تماشے کے دیکھنے سے عجب حواس ہو کر غرق حیرت میں غرق ہوا اور حاضرین مجلس سب کے سر نگوں ہو کر متحیر رہ گئے اسوقت بھی مہر انگیز بیحیائی سے کہتی تھی کہ اے شاہزادے بتلا کہ گل باصنوبر چہ کرد تب شاہزادے نے کہا حیف اس سوال کر نیپر عجیب بیحیا ہو اور اب تک بھی تمہیں شرم نہ آئی کہ اس ماجرے کو بار بار پوچھ رہی ہو آخر کار اس زنگی کو مجلس میں لاکر بٹھایا اسوقت شاہزادہ نے حقیقت گل وصنوبر کی ابتدائے تا آخر در سرگذشت اپنے پہونچنے کی دلیرانہ کہنی شروع کی اور ہر ایک احوال پر اس زنگی کی شہادت لیتا رہا جبکہ شاہزادے نے بخوبی از آغاز تا انجام تمام قصہ گل وصنوبر کا سنا دیا تب زنگی نے کہا کہ اے شاہزادے والاجاہ جو کچھ کہ تو نے کہا ہے وہ سب نہایت درست اور صحیح ہے اور سوائے تیرے دوسرے کی طاقت نہیں اس وقت شاہ قیموس اور حاضرین مجلس شاہزادے کی ہمت پر تحسین و آفرین کرنے لگے شاہزادہ بھی بادشاہ کی مہربانی اپنے حال پر پاکر بہت خوش ہوا آخر بادشاہ نے دولت بیشمار دیکر اس لڑکی کو شاہزادے کے تفویض کیا ؛

تیرہویں داستان شاہزادے کا اپنے شہر میں مہر انگیز کو ہمراہ لیکر آنا اور بیان تمام حقیقت کا اول آخر تک اپنے باپ سے اور زنگی کی سزا دینے میں اور نکاح کرنا مہر انگیز سے اور کٹ خامہ

القصہ شاہزادہ چندے رہ کر عروسی اور دامادی کی رسومات سے فارغ ہوا اور شاہ قیموں بھی رخصت ہو کر اپنی ولایت کو روانہ ہوا۔ اور بفضل الٰہی معہ حبشی اور جمیلہ بانو اور مہرانگیز کے اپنے شہر میں داخل ہوا جب کہ یہ مژدہ شمشاد لعل پوش پدر بزرگوار کو پہنچا شام غم انکی صبح نشاط سے مبدل ہوئی اور جنہوں نے کہ اس کے درد فراق سے رو رو کر آنکھوں کو چشمہ ساروان کیا تھا اور ان کے بزرگوں کے بدن میں مرض مہجوری سے فقط سانس کا کھٹکا باقی رہ گیا تھا ایک بارگی اس خوشخبری کے سنتے ہی انہوں نے زندگی دوبارہ پائی سارے شہر میں خوشی کی منادی پھر گئی اور گھر گھر مبارک سلامت ہونے لگی بادشاہ نے اس خوشی میں اتنی خیرات کی کہ کنگال نہال ہو گئے۔ اور درویش توانگر بن گئے شاہزادہ ملازمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے اگرچہ بسبب پیری کے جو شاہزادے غم فراق میں ازبسکہ ضعیف و ناتوان ہو گیا تھا تاہم جوش الفت سے ڈگمگاتے ہوئے دوڑ کر شاہزادے کو چھاتی سے لگایا اور دیر تک منہ اور ہاتھ چومتا رہا اور گلے ملکر اور ڈاڑھ مار کر بہت سا رویا شاہ زادہ بھی قدمبوسی کر کے دست بستہ ہو کر بہت سی تسلی دیتا رہا اور ہر طرح سے بادشاہ کو گریہ و زاری سے روکا چونکہ بسبب رونے کے نہایت ضعف بصارت حاصل ہوا تھا۔ اس لئے شاہزادہ نے جو سرمہ سلیمانی سیمرغ کے پاس سے حاصل کیا ہوا تھا بادشاہ کی آنکھوں میں لگایا بمجرد لگانے آنکھیں روشن ہو گئیں اور بینائی حاصل ہوئی۔ سچ تو یہ ہے کہ شاہزادہ ہی فی الحقیقت چشم و چراغ خاندان تھا اسکا دیدار سرمہ سلیمانی سے افضل تھا اس باعث سے اگر نور نگاہ کا دمبدم بڑھتا تو کچھ تعجب نہ تھا۔ الغرض شاہزادہ نے تمام حقیقت شہر و اقاف میں جانیکی سیمرغ کے وسیلہ سے اور اختیار کرنا دختر زنگی کا اور محبت جمیلہ بانو کی اور شرمندہ کرنا مہرانگیز کے باپ کو اور مختصر پانی لطیفہ بانو کے سحر سے مفصل عرض کیا۔ بادشاہ نے اس کی ہمت و جوانمردی پر تحسین و آفرین کر کے دعائیں دیں شاہزادہ نے مہرانگیز کے ہاتھ پاؤں باندھ کر بادشاہ کے حضور میں لا حاضر کیا اور عرض کی کہ اس خونخوار نے حضور کے فرزندوں کو ہلاک کیا ہے اور بندہ اس کو بہت محنت اور مشقت سے حضور میں لایا ہے اب جو کچھ کہ مرضی مبارک ہو حکم فرمایئے بادشاہ نے اپنے دل میں مصلحت کی کہ شاہزادہ عشق اور محبت میں اس کی گرفتار ہے کہ جس لئے اتنی محنت اور مشقت کھینچ کر اس

کو یہاں تک لایا ہے۔ اب اگر میں نوعدگر حکم دے بیٹھوں خدانخواستہ شاہزادہ کی خاطر۔ آزردہ ہو جائے۔ بیت آزردہ نکردل تو میرے یار کسی کا ۔ وقت ایک سا رہتا نہیں ہر بار کسی کا ۔ یہ بات مصلحت و دور اندیشی سے بعید ہے یہ سوچ کر شاہزادہ سے فرمایا۔ کہ اے شاہزادے یہ مال تیرا ہے اس پر تجھے اختیار ہے جو چاہے سو کر اس وقت شاہزادہ نے چار گھوڑے شوخ و مضبوط اصطبل سے منگوائے۔ اور انکے پاؤں کے نیچے زنگی کو چومیخا کر کے بندھوا کر کوڑے لگوانے شروع کئے۔ یہانتک کہ تازیانہ کی ضرب کے صدمہ سے جسم اسکا پرزے پرزے اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے ہاتھ پاؤں اس کے زیر و زبر ہو گئے مہرانگیز اس حالت کو دیکھ کر سہم کر گریہ وزاری کرنے لگی کہ مجھے اسی طرح سے شاہزادہ سزا کو نہ پہنچاوے اس سبب سے خوفناک ہو کر یہ تمہید بتا کر بولی کہ اے شاہزادے جو شخص کہ بہت محنت اور مشقت سے ایک جواہر قیمتی کو پاوے چاہیئے کہ اس کو بحفاظت اور نہائیت احتیاط سے رکھے اور اسکے عزت تمام کرے اور یہ تقصیریں جو مجھ سے ظاہر ہوئیں اسکو محض ارادت ایزدی سمجھنا چاہیئے اور جو بھائی آپ کے یا خیر میری ذات سے اپنی زندگی سے بردار ہوئے ہیں ان کی تقدیر میں منشی قدرت نے ایسا ہی لکھا تھا اور میری قسمت تیرے ساتھ تھی اگر ایسا سبب نہ ہوتا تو تو اس مکان تک کیونکر پہونچتا اور کسی کی کیا طاقت تھی جو اس ماجرے کو دریافت کر کے زنگی کو تخت کے نیچے سے نکال لاتا اور میرا ہاتھ پکڑ لیتا آجتک میرے نونہال نوخیز کے ثمر پر کسی کا دست آرزو نہیں پہنچا اور بسبب غضب اور پستہ لب کی حلاوت کا مزا کسی نے نہیں چکھا۔ اور اس بات کی تحقیق اے شہزادے جس طرح جی چاہئے کرلے۔ غرض کسی نوع سے مجھ پر اس بات کا اثبات نہیں ہے۔ جو تیرے گمان میں ہے شاہزادے نے اس رمز کو سمجھا اور مہرانگیز کا خایف ہونا بھی معلوم کیا۔ مگر اس کی تقریر دلپذیر اور خوش گفتاری اور سلیقہ شعاری سے بہت خوش ہوا۔ ایک دن اچھی ساعت دیکھ اس کے ساتھ عقد نکاح باندھ کر باقی عمر اپنی عیش و کامرانی میں بسر کی فقط ٭

تمت

ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب بالمقابل کشمیری لاہور

مطبوعات: ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز لاہور

عرب اور خلافتِ پاکستان

پاکستان کے خارجی پہلو پر یہ پہلی کتاب ہے۔ جس میں افغانستان، شام، مصر، عراق، عرب، ایران، یمن، لبنان، فلسطین اور شرق اردن کے سیاسی اکابرین نے نہایت فاضلانہ رنگ میں پاکستان پر اپنے تائیدی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ قیمت دو روپے

قائدِ اعظم اور دستور ساز اسمبلی

یہ کتاب ہندوستان کی دستوری جنگ کی مکمل تاریخ ہے جس میں سیاست اسلامی کے مدوجزر کو پوری شرح و بسط کیساتھ قلمبند کیا گیا ہے۔ شروع میں قائدِ اعظم کی دلچسپ و انکشاف اور مولانا ظفر علی خاں کا دیباچہ درج ہے۔ قیمت تین روپے

مفصل فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

فرعون و کلیم

عبدالرحمٰن طارق بی اے

حق گوئی اور حق پرستی کا عظیم ترین مرقع!

یوں تو تاریخ عالم میں خیر و شر اور حق و باطل کے بیشمار معرکے موجود ہیں لیکن جو چوٹ دے پہلے تصادم حضرت موسیٰ اور فرعونِ مصر کے درمیان ہوئی وہ عبرت و موعظت کے لحاظ سے اپنا جواب نہیں رکھتے۔ "فرعون کلیم" میں کہانی کے تمام عناصر فقط قرآن حکیم سے اخذ کرتے ہوئے مستند واقعات کی روشنی میں اہل حق کی عدیم النظیر فتح اور اہل باطل کی عبرتناک شکست دکھائی گئی ہے۔ زبان جاندار فہم انداز بیان مجاہدانہ اور مکالمہ ایمان افروز ہے یہ کتاب تعمیری اسلامی لحاظ سے اردو ادب میں اپنی شان کی پہلی آخری اور لاثانی کتاب ہے۔ قیمت مجلد ۴ روپے

"اشاعت منزل" بُل روڈ لاہور (پاکستان)